لا برہان بعد الفرقان

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں ایام میمنت فرجام رسالہ عجیبہ وغریبہ۔

مسمی بہ

الفرقان

فی جواب

البرہان

من تصانیف لطیف حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی

ادام اللہ فیوضہم

حسب فرمائش منشی محمد علی خان صاحب احمدی شاہجہانپوری

باہتمام لالہ بوٹا مل صاحب مالک و مینیجر

در مطبع گلشن پنجاب راولپنڈی زیور انطباع پوشید

بار اول .... تعداد جلد ۳۰۰



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اما بعد آج میرے مطالعہ میں ایک رسالہ مسماۃ **البرہان** گذرا جسنے شاہجہانپور سے **امام آخر الزمان** پر خروج کرنا چاہا ہے یہ خروج تو جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ کوئی مصلح تب ہی مبعوث ہوتا ہے کہ جب دنیا میں ضلالت پھیل جاتی ہے اس لیے اسلام میں بھی سنتہ اللہ یہی رہی ہے کہ **آئمہ ہدیٰ** پر **آئمہ ضلالۃ** کا خروج ہمیشہ ہوتا رہا ہے **وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ** اور بیشک پہلے اس سے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ دیکھو تحذیر المؤمنین کو۔ فرقہ خوارج قدیم سے چلا آیا ہے **وَهٰذَا لَيْسَ اَوَّلَ قَارُوْرَةٍ كُسِرَتْ فِی الْاِسْلَام** یہ مخالفت اسلام میں کوئی جدید امر نہیں ہے کہ اولاً یہی شیشہ توڑا گیا ہو لیکن تعجب تو یہ ہے کہ اس زمانہ آخری میں **حُثَالَةٌ مِّنَ النَّاسِ** کی بڑی کثرۃ ہو گئی ہے (آدمیوں میں سے نکمّے بہت ہو گئے) ان میں کا ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ اس **نور الٰہی** کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیوے **کَمَا اَخْبَرَ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ یَذْهَبُ**

الصالحون الاول فالاول وتبقی حفالة کحفالة الشعیر او التمر لا یبالیھم الله بالة رواہ البخاری۔ ترجمہ آخری زمانہ میں جاتے رہینگے نیک آدمی اول پس اول اور باقی رہینگے لوگ مانند بھوسی جو یا کھجور کے نہیں پرواکریگا انکی اللہ تعالیٰ کچھ۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرنا چاہتا ہے وہ کسی کے پھونک مارنے سے بجھ نہیں سکتا ہے بلکہ اُس چراغ الٰہی کے پھونک مارنیوالیکا ہی مُنہ جلکر سیاہ ہو جاتا ہے۔ شعر

چراغی راکہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

کما قال اللہ تعالیٰ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ ترجمہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیویں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا ہی کرنیوالا ہے۔ پھر مجکو ان مخالفوں کی مخالفت پر افسوس پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور دیگر علوم نقلیہ وعقلیہ کو نہیں جانتے یا اُنکی سمجھ نہیں رکھتے تو اس مثل مشہور کو ہی سمجھ لیتے کہ من جرب المجرب فقد حلت بہ الندامة۔ تو پھر انکو یہ مصائب اور دکھ اُٹھانے نہ پڑتے کیونکہ مدة تیرہ یا چودہ سال کی تجربہ کرتے ہوئے گذر چکی کہ جن نام کے علماء یا مولویوں نے اس نور الٰہی کا مقابلہ بجھانیکے لیے بڑے زور شور سے کیا انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بموجب الہامات صادقہ شائع شدہ کے کیا کیا نتائج مل چکے اکثر تو ہلاک ہو گئے اور بعض ذلیل وخوار ہوئے اور بعضوں کی پردہ دری لیاقت علمیہ کی مثل طشت از بام اُفتادہ کے ہو چکی لیکن اس سراج منیر کی روشنی وقتاً فوقتاً عالمگیر ہوتی چلی جاتی ہے شعر

سید چشم چون قمر تا بم چو قرص آفتاب کور چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند

غرضکہ ہمکو ایسے کاغذ ماتے بادی کی کچھ پروا تو نہیں ہے جو اُسکے جواب کی طرف ہم اپنی تضیع اوقات کریں کیونکہ اس مہدی آخر الزمان کے سلسلہ احمدیہ کی ترقی کی رفتار مثل ریلیہ کے ہے جسکی سڑک پر ایسے حفالة من الناس کے سنگریزے کا وجود بھی ضروری ہے اور کچھ مضر نہیں ہے مگر چونکہ مؤلف نے اول ہی سے تام رسالہ کا "البرہان" برعکس نہند نام زنگی کافور رکھا ہے اور اُسکے

اول ہی بسم اللہ غلط کی اور ایسی ابتری شروع کی ہے کہ بغیر بسم اللہ لکھنے کے بحث منطقی یعنی تناقض شروع کر دی اور پھر نتائج میں بھی گفتگو کے جس سے عوام کو یہ دھوکا ہوگا کہ مؤلف رسالہ فنون منطقیہ اور دیگر علوم رسمیہ سے بھی واقف اور خبردار ہے لہذا ہم اسوقت صرف یہ چاہتے ہیں کہ مؤلف رسالہ کی لیاقت منطقیہ اور نیز دیگر علوم رسمیہ کی واقفیت عوام پر واضح کر دیں تاکہ اس مؤلف کا یہ رسالہ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ کا مصداق ثابت ہو جاوے مگر اولاً ہم اس مقام پر ایک **مقدمہ** تحریر کرتے ہیں جس میں بیان تحقیق فضائل **قریش** کا بھی ہے اور بعض علما کو جو ابدیت ان فضائل قریش میں **خطائے اجتہادی** واقع ہوئی ہے اس کا ازالہ بھی ان شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بخوبی کیا جاوے گا۔

وَالْمُقَدَّمَۃُ ھٰذِہٖ

واضح ہو کہ **قرآن مجید** اور **احادیث صحاح** سے فضائل خاندان **قریش** کے بالنظر ثابت ہیں جنکی طرف سورۂ **قریش** اشارہ کر رہی ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْۤ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۧ

ترجمہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے لیے جاڑے اور گرمی کے سفر کی اُلفت ڈالدی ہے تو اُن کو ضرور چاہیے کہ خاص اس خانہ کعبہ کے پروردگار کی عبادۃ کریں جو انکو بھوک میں کھانا کھلاتا ہے اور ہر ایک خوف سے انکو امن دے رکھا ہے ✤

اس سورہ میں **تفسیری بیان مقدمات مطویہ** کا یوں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قریش پر اپنی

✤ **حاشیہ** واضح ہو کہ سلف و نیز خلف نے لام لایلاف کو متعلق فجعلہم کعصف ماکول کے بھی کیا ہے اور بعض نے فلیعبدوا رب ہذا البیت کے متعلق کیا ہے اور بعض نے دوسری سورۃ کی تفسیر کی ہے۔ منہ

ظاہری نعمتیں یاد دلاکر اور انہیں ظاہر ظہور نعمتوں سے منت رکھکر خالص اپنی عبادۃ اور عام فرمان
برداری کے لیے امر فرمانا ہے مقصود یہ ہے کہ اے خاندان قریش تم ہمارے علم ازلی میں ایک
ایسی قوم ہو کہ دین اسلام یعنی توحید عبادۃ اور توحید فرمانبرداری احکام و قوانین الٰہی کی ۔
تمھارے واسطہ سے ہمکو دنیا بھر میں جاری کرنی منظور ہے اسلیے بحسب مثل مشہور اذا اراد
اللّٰہ شیئا ھیاء اسبابہ کہ جب اللہ تعالےٰ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسکے سامان مہیا کر دیتا
ہے ۔ اُس کے اسباب وسامان جو تمھارے رفاہ عام اور عیش و آرام کے بھی موجبات سے ہیں
تمھارے لیے مہیا کر دیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اول تو تمھارے دلوں میں ایک الفت عظیمہ قلوب اہل
دنیا کے ساتھ ڈالدی ہے جس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ قانون الٰہی یعنی شرع اسلام تو سطی انتظام
امور دارین کے باکمل وجوہ بوساطت تمھارے دنیا بھر میں منتظم اور شائع ہو اور اسبارہ میں تم اصل
اور منبع قرار پاؤ اس تعمیم کے بعد بطور تخصیص کے ارشاد فرماتے ہیں کہ خصوصًا الفت ڈالی ہمارے تمھارے
دلوں میں واسطے سفر یمن و شام کے جو شتاء و صیف میں تم کرتے ہو کہ ہم نے ان دو نو سفر وںکے ساتھ
تمکو عادی اور مانوس کر رکھا ہے یہ بھی ہماری طرف سے ایک بڑی نعمت ہے کہ ہر فصل شتاء و صیف میں
اپنی رفع حوائج انسانیہ کے لیے تم یمن و شام کو جاتے ہو اور وہاں سے اپنی ضروریات کی اشیاء لاتے
ہو اور نیز اہل یمن و شام اپنی بلاد کی تمام اشیا تمھارے لیے لاتے ہیں جسکے سبب سے تمکو اپنے حوائج اور
ضروریات میں کچھ زیادہ انتظار کرنا نہیں پڑتا اور اس رحلت شتاء و صیف میں تمکو دیگر فوائد مثل
تجربہ کاری و تبادل خیالات و دیدن عجائبات وغیرہ وغیرہ کے بھی تمکو حاصل ہوتے ہیں اسی لیے
یہ مثل مشہور ہے کہ السفر وسیلۃ الظفر (سفر وسیلہ فتحمندی کا ہے) اور اسطرحکے ایلاف و ایناس سے تمھاری تمام ضروریات
پوری کیجاتی ہیں پس تمکو لازم ہے کہ اسی پر بس نہ کرو بلکہ اس تمام ایلاف سے بحکم وَمَا خَلَقْتُ
الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کے مقصود اصلی ہمارا یہ ہے کہ تمھارے واسطہ سے تمام
دنیا میں توحید فرمانبرداری قوانین و احکام الٰہی کی شائع و ذائع ہو جاوے لہذا تمکو ضروری ہوا
کہ اولا تم خود توحید عبادۃ بجالاؤ کہ منبع ہونیکی لیاقت تم میں پیدا ہو جاوے اور چونکہ یہ نعمتیں

بسبب برکات بیت اللہ کے یعنی خانہ کعبہ کے تم کو دی گئیں لہذا خالص اسی رب البیت کی
فرمانبرداری میں ہمہ تن مصروف ہوجاؤ۔ بیت

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

پھر تم جانتے ہو کہ تمہارا ملک ایک ایسا وادی غیر ذی زرع تھا کہ اگر یہ انعام ہم تم پر نہ کرتے
تو تم اولاً بھوک کے مارے یہی ہلاک اور تباہ ہوجاتے اور ثانیاً چونکہ سائر بلاد و اطراف جزیرہ
عرب میں لوٹ مار اور کھسوٹ و غارتگری ہو رہی ہے تو ان مخاوف سے بھی تم تباہ
ہو جاتے لیکن بمقتضیٰ تعظیم بیت اللہ کی اور بسبب تمہارے مجاور بیت اللہ ہونے کے تمہاری
تکریم لوگوں کے دلوں میں ایسی ڈالدی ہے کہ اس کے سبب سے غارتگروں کی غارتگری کے مخاوف
سے ہم نے تمکو حضر اور نیز سفر میں امن سے رکھا ہے اس سے بھی ہمارا مقصود یہی ہے کہ تم کو
اس توحید اسلام کے شائع کرنے میں اصل اور متبوع قرار دیویں اسلیے تمکو لازم ہے کہ ہمارے
اس منشاء کو پورا کرو اور فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ پر پورے عامل ہو
ورنہ خلاف ورزی قانون سلطنت کا نتیجہ سب پر واضح ہے جو اس مختصر سورۃ میں بسبب
وضوح کے بیان نہیں کیا گیا کیونکہ ظاہر ہے کہ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ
یعنی اگر یہ ہمارا منشاء پورا نہ کروگے تو پھر وہی جوع اور خوف ہر طرح کا تمہارے لیے موجود ہے
اور بعوض رحلت شتا و صیف کے ہر دو رحلت طرف دو طبقہ جہنم یعنی طبقہ زمہریر و طبقہ نار
کے تمہارے لیے طیار ہوں گی کیونکہ شاہنشاہوں کی فرمانبرداری میں جو انعامات فرمانبرداروں
کو عنایت ہوتے ہیں باغیوں اور نافرمانوں کے لیے ان کا عکس طیار کیا جاتا ہے چنانچہ دوسری
جگہ اس امن وغیرہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ
ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
یعنی کیا ہم نے انکو جگہ نہیں دی حرم مکہ میں جس میں ان کو ہر طرح کا اطمینان اور امن حاصل
ہے کہ کھچے ہوئے چلے آتے ہیں اسکی طرف پھل ہر ایک قسم کے یعنی گھر بیٹھے ہوئے رزق

ہمارے نزدیک سے ولکن اکثر اُن کے اس نعمت کی قدر نہیں جانتے ہیں+ اس تفسیر سے ثابت
ہوا کہ اس سورہ میں بلحاظ واقعات کے ایک لطیف پیشگوئی متضمن واسطے دو پہلوؤں کے
موجود ہے جو پوری بھی ہو گئی یعنی جن افراد قریش نے پورے طور پر تعمیل فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ
هٰذَا الْبَيْتِ کی کی وہ بحکم لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کے تمام دنیا کے امام اور متبوع
اور اصل الاصول دین اسلام میں قرار پائے کیونکہ وہ قوانین سلطنت اسلامی میں بھی مقتدا
ہوئے خلافت نبوت اور امامت روحانی میں بھی پیشوا ٹھہرے قرآن مجید اور سنت کی تاریخ
واشاعت میں بھی اصل الاصول مقرر رہے غرضکہ کل دین اسلام اُن کے ذریعہ دنیا بھر میں
شائع ہوا اور جن افراد قریش نے ارتکاب خلاف ورزی اس حکم فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا
الْبَيْتِ کا کیا وے سب کے سب جوع اور مخاوف غارتگری وغیرہ میں مبتلا ہو کر ہلاک و تباہ
ہو گئے اور طبقہ جہنم زمہریر و نار میں جا داخل ہوئے اس لطیف پیشین گوئی کے باعتبار واقعات
کے پورا ہونے سے ثابت ہو گیا کہ اس سورۂ قریش میں بشارت بھی موجود ہے اور انذار بھی وہ
یہ کہ قریش جب تک امر فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی تعمیل کرتے رہینگے تب تک وہ
متبوع اور مقتدا بھی رہینگے اور درصورت عدم تعمیل اور خلاف ورزی قوانین الٰہی کے اپنی
واسطے سزائے قانونی کے لیے سزاوار ہوں گے ویس کہ اس نعمت عظیمہ یعنی متبوع ہونے پر
بھی کفران نعمت کیا تو پھر یہ نعمت متبوعیت کی اُن کے لیے کیونکر باقی رہ سکتی ہے　شعر

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند　　نکتہا ہست بسی محرم اسرار کجاست

اور سورۂ قریش کے مضمون سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین اسلام کی اشاعت کے واسطے اُس
زمانہ اول میں بھی رحلت و سفر ایک ضروری اسباب میں سے تھے بغیر رحلت اور سفر کے تبلیغ
دین اسلام کی بلاد عرب وغیرہ میں کیونکر ہو سکتی ہے پس اسطرح بحکم اول آخرہ انسبتیع اور
کے اللہ تعالےٰ کو یہ بھی منظور تھا اور اُس کے علم ازلی میں مقرر ہو چکا تھا کہ دین اسلام کل
دنیا میں شائع ہو جاویگا اور پیشین گوئی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ باکمل وجوہ

+ حاشیہ ایضاً ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ۔ منہ

پوری ہوگی لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے بحکم اذا اراد اللہ شیئاً ھیّأ اسبابہ کے
اس آخری زمانہ میں بجائے رحلۃ الشتاء والصیف اس آخری سلسلہ احمدیہ کے
واسطے کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ میں ریلوے تاربرقی۔ ڈاک۔ دخانی جہاز چھاپہ خانے
اور اخبارات وغیرہ کے انتظام کی طرف بہت سی تصریحات واشارات وکنایات بیان فرمائی ہیں
جیساکہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ وَالْخَيْلَ
وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً زمانہ اول کے لیے وَيَخْلُقُ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ آخری زمانہ کے واسطے جیساکہ فرمایا گیا وَيُتْرَكُ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا
وغیرہ وغیرہ چنانچہ رسائل مؤلفہ سلسلہ احمدیہ میں یہ امور بتفصیل وتشریح تمام ذکر کیے گئے ہیں
فليرجع اليها مقصود اللہ تبارک و تعالیٰ کا اور نیز اسکے رسول کا ان امور کے یاد دلانے سے
یہی ہے کہ واسطے تبلیغ دین اسلام کے ایک ایسا زمانہ آخری آوے گا کہ اسمیں واسطے
تبلیغ دین اسلام کے کل دنیا میں ان اسباب وسامان کی ضرورۃ واقع ہوگی جو بواسطہ مہدی
مسعود اور مسیح موعود کے تمام دنیا میں وہ تبلیغ ہوجاوے گی اور کوئی بلدہ اور قریہ باقی نہ
رہیگا جس میں اسلام نہ پہنچ جاوے اور پیشین گوئی عظیم الشان جو لیظہرہ علی الدین
کلہ میں مجملاً مندرج ہے وہ باکمل وجوہ مفصل واقع ہوجاوے گی والحمد للہ کہ آغاز اس
سلسلہ اشاعۃ کا اب ہو چلا ہے اور حضرت امام الزمان ؑ نے تمام ممالک مغربیہ وشرقیہ یورپ
اور امریکہ میں تبلیغ دین اسلام کی ایک دھوم مچادی ہے اور تمام ادیان باطلہ میں جواب دنیا میں
موجود ہیں ایک تزلزل برپا ہو چلا ہے۔ پس جسطرح اول سلسلہ محمدیہ کی اشاعۃ کے لیے
اسباب وسامان سورۂ قریش میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعبارۃ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ
وَالصَّيْفِ اور اطعام من جوع اور ایمان من خوف بیان فرمائے ہیں جس سے عقول سلیمہ
ذوی العقول نے مقصود کلام کو مطابق ہماری تفسیر اور تشریح کے سمجھ لیا تھا اسیطرح
مسیح موعود کے زمانہ میں امور مذکورہ بالا کو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں باشارات

ونصریحات بیان فرمایا جو عقلاً کو مسیح موعود تک پہنچا رہا ہے کہ یَاْتُوْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ وَيَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۔ کیونکہ یہ ذرائع اور وسائل مذکورہ باآواز بلند منادی کر رہے ہیں کہ وہ مہدی مسعود اور مسیح موعود دنیا میں آگیا جس کے وقت میں پیشین گوئی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ واقع ہونے والی تھی اور اس موعود نے ظہور فرماکر اپنا کام یعنی تبلیغ اسلام کل اطراف دنیا میں شروع بھی کر دیا کیونکہ مثل مشہور ہے کہ العاقل تكفيه الاشارة ۔ کیا سچ کہا ہے شیخ شیراز نے

نگوید از سر بازیچہ حرفی | کزان پندی نگیرد صاحب ہوش
وگر صد باب حکمت پیش نادان | بخوانند آیدش بازیچہ درگوش

چہ جائیکہ یہ ذرائع اور وسائل احادیث صحیحہ میں مسیح موعود کی علامات سے قرار دیگئی ہوں اب خلاصہ تفسیر سورہ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ اور سائر اُمت مرحومہ اُنکے تابع ہے خواہ اُمت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو لیکن سورہ قریش سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا کہ سوائے قریش کے نہ کوئی امام ہوگا اور نہ کوئی مہدی عظیم ہوگا بلکہ متعدد مقامو نمیں بصراحت بیان فرمایا گیا ہے کہ سوائے قریش کے دوسرے لوگ بھی پیشوا اور مقتدا ہونگے جیساکہ سورہ جمعہ میں سوائے قریش کے دوسری قوم کو بلفظ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کے بیان فرمایا ہے جس سے مراد بموجب حدیث متفق علیہ کے فارسی الاصل ہیں جو بنی اسحٰق ہیں اور نیز صرف بلفظ مِنْكُمْ آیت استخلاف میں ارشاد فرمایا گیا ہے ایضاً فرمایا گیا ہے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۔ ان آیات میں صرف تعمیہ صفات احسان ایمان اور عمل صالح کی تفسیر مانی گئی ہے نہ فاطمی ہونا شرط ہے اور نہ قریشی ہونا ۔

اب ہم اُن احادیث کیطرف رجوع کرتے ہیں جنمیں فضائل قریش کے مذکور ہیں اور جن سے

علماء کو دھوکا ہوا ہے کہ خلافت نبوۃ اور امامت سوائے قریش کے دوسری قوم میں نہیں ہو سکتی حالانکہ اس کا رد خود نصوص قرآنیہ میں موجود ہے قال اللہ تعالیٰ حکایتاً عن ابراہیم قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین وغیر ذلک من الآیات خصوصاً جبکہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ صیغہ جمع سالم الظالمین میں الف لام بھی موجود ہے جو واسطے استغراق کے ہوتا ہے اور اشارہ ہے اسطرف کہ کسی وقت ذریۃ ابراہیم سب ظالم ہو جاوینگی پھر وہ عہد امامۃ اور خلافۃ سے معزول کیے جاوینگے۔

حدیث اوّل

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم قال الناس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم وکافرھم تبع لکافرھم متفق علیہ ترجمہ۔ تمام آدمی اس امر دین میں قریش کے تابع ہیں جو مسلمان ہوں گے وہ قریش کے مسلمانوں کے تابع ہیں اور جو کافر ہوں وہ قریش کے کافروں کے تابع ہیں + اس حدیث سے قریش کا صرف متبوع ہونا پایا جاتا ہے خواہ اسلام میں متبوع ہونا ہو یا کفر میں متبوع ہونا ہو اصل بات یہ ہے کہ زمانہ بعثت حضرت خاتم النبیین صلعم میں تمام عرب منتظر تھا کہ اگر قریش اسلام میں داخل ہوں گے تو ہم بھی اسلام لے آوینگے اور اگر قریش ایمان نہ لائے تو ہم بھی اسلام کے قبول کرنے میں معذور ہیں کیونکہ عرب میں خاندان قریش ہی ایک بڑا معزز خاندان تھا جیسا کہ قریش کی وجہ تسمیہ سے واضح ہے + اور آنحضرت صلعم انھیں میں مبعوث ہوئے تھے اور قریشی الاصل تھے لہذا تمام عرب کو اسلام لانے میں عدماً اور وجوداً انھیں کا انتظار تھا لہذا آنحضرت صلعم نے یہ حدیث بیان فرمائی چنانچہ بموجب مضمون حدیث مذکورہ کے واقع بھی ہوا کہ جب فتح مکہ میں قریش مسلمان ہوگئے تو تمام عرب جماعۃ در جماعۃ مسلمان ہو گیا جسکو اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں بعبارۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ بیان فرمایا ہے اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلافۃ اور امامت خاندان قریش ہی میں منحصر ہے ضرور

+ نوٹ - کیونکہ اصل میں قریش نام ایک جانور کا ہے کہ بہت قوی ہوتا ہے دریائی جانوروں میں۔ منہ

اُن کا منسوخ ہونا حتی کہ بعض کا کفر میں بھی منسوخ ہونا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے بھی اُن کا منسوخ ہونا تفسیر سورہ میں بیان کیا۔ ہم عنقریب ایک مثل مشہور و ... بجواب ذکیہ خیر دیکھا انشاء اللہ

حدیث دوم

عن ابن عمرؓ ان النبی صلعم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان متفق علیہ یعنی ہمیشہ یہ امر دین کا قریش کے ہاتھوں رہیگا جبتک اُن میں سے دو بھی باقی ہوں یہ حدیث البتہ علماء کے لیے مزلۃ الاقدام ہوگئی ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو خبر بمعنی انشا کے ہے یا خبر ہے آیندہ کے لیے بطور پیشین گوئی کے اور پھر ھذا الامر سے مراد یا تو خلافت اور سلطنت ہے اور یا امامت روحانی مراد ہے اس صورۃ میں چار احتمال عقلی ہو سکتے ہیں جو ہر چہار باطل ہیں اور چونکہ یہ حدیث صحیح ہے لہذا معنی صحیح کا پیدا کرنا ضروری ہے۔

احتمال اول۔ تو یہ کہ جملہ خبریہ اس میں بمعنی انشا یعنی امر کے ہے اور ھذا الامر سے مراد خلافت اور سلطنت ہو۔ یہ احتمال بالکل غلط ہے کیونکہ خلافت اور سلطنت کسی کے اختیار میں نہیں ہے جو قریش ہی میں سے کسیکو لوگ خلیفہ اور سلطان بناتے رہیں قال اللہ تعالے توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وغیر ذلک من الآیات یعنی کہہ تو اے مالک ملک کے تو ہی جسکو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے وغیر ذلک من الآیات

احتمال دوم اس حدیث میں خبر تو بمعنی انشا ہی کے ہو اور ھذا الامر سے مراد امامت روحانی کلی ہو یہ احتمال بھی غلط ہے کیونکہ یہ بھی کسی کے اختیار میں نہیں کہ قریش ہی میں سے کسیکو امام روحانی تمام دنیا کا کلی طور پر گردانا جاوے فرمایا اللہ تعالے نے واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اللہ ہی خوب دانا ہے جو اُسکی رسالت کا محل ہوتا ہے ایضاً فرمایا اللہ تعالی نے قل ربی اعلم من جاء بالھدی ومن ھو فی ضلال مبین کہہ تو میرا پروردگار ہی دانا ہے اُسکا جو ہدایت کو لاوے اور جو شخص کہ گمراہی کھلی ہوئی میں ہے۔

احتمال سوم جملہ خبریہ اپنے اصلی معنوں پر ہی ہو یعنی پیشینگوئی ہو اور ھذا الامر سے

مراد خلافت اور سلطنت ہو۔ یہ بھی احتمال غلط ہے کیونکہ مدت صد ہا برس کی گذر چکی جو خلافت اور سلطنت قریش کی باقی نہیں رہی اور علاوہ یہ کہ دوسری حدیثیں بھی اسکے مخالف موجود ہیں وَلَیُسلَبَنَّ الْمُلْكُ مِنْ قُرَيْشٍ یعنی قریش سے ملک چھین لیا جاوے گا۔

احتمال چہارم یہ کہ خبر بطور پیشین گوئی کے ہو اور هٰذَا الْأَمْرُ سے مراد امامت روحانی کلی طور پر ہووے کہ کل اُمت کو اُسکی اطاعت واجب اور ضروری مانی جاوے تو یہ احتمال بھی واقع کے خلاف ہے کیونکہ خاندان قریش سے صد ہا لوگ مثلاً اس صدی میں موجود ہیں لیکن اس قرن میں کسی قریشی کی امامت روحانی کلی طور پر نہیں پائی جاتی جسکی اطاعت کل دنیا پر واجب ہو اور نہ کوئی فرد قریش کا اس دعوی کا مدعی پایا جاتا ہے بجز ایک امام خیالی مہدی اہل تشیع کے جو وہ بھی علی الاعلان مدعی نہیں ہیں بلکہ مخفی طور پر کسی غار میں بخیال فرقہ شیعہ پوشیدہ بیٹھے ہوئے ہیں جن کا کوئی نتیجہ اسلام کے واسطے نہیں ہے باوجودیکہ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ کے عوض میں اسوقت سامان ڈاکخانہ اور ٹیلیگراف کا اور اسباب سفر مشارق و مغارب کا واسطے اشاعت دین اسلام کے بھی مہیا اور موجود ہیں فما ہذا الوہم الا سفسطہ محض پس جبکہ یہ حدیث بلحاظ ہر چہار احتمال کے خلاف واقع ثابت ہو گئی لہذا علماء حدیث پر واجب ہوا کہ اسکے وہ معنی کیے جاویں جو صحیح ہوویں اسلیے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مراد ہذا الامر سے خلافت اور سلطنت اسلامی ہے اور مقید ہے اس قید کے ساتھ جو خود نبی کریم مخبر صادق نے دوسری حدیث صحیح میں اُسکو مقید فرمایا ہے یعنی مَا أَقَامُوا الدِّينَ یعنی جبتک کہ دین کی اقامۃ کرینگے الفاظ حدیث کے یہ ہیں۔

حدیث سوم

عن معاویة قال سمعت رسول الله صلعم قال ان هذا الامر فی قریش لا یعادیهم احد الا کبه الله علی وجهه ما اقاموا الدین رواه البخاری

اور یہ ایک پیشین گوئی تھی جو اپنے وقت میں پوری ہو چکی یعنی قریش جبتک اقامۃ دین کی

بجالائے خلافت اور سلطنت بھی اُن میں موجود رہی اور جب اُنھوں نے دین کی اقامت کو ترک کر دیا تو خلافت اسلامی بھی اُن میں باقی نہ رہی لہذا ثابت ہوا کہ اس قسم کی احادیث جو فضائل قریش میں آئی ہیں وہ ایک زمانہ خاص کے لیے تھیں جسکی تحدید خود رسول کریم نے ما اقاموا الدین ارشاد فرمادی ہے اور قاعدہ مسلمہ اہل علم اصول کا ہے کہ ہر ایک مطلق اپنے مقید پر محمول ہوا کرتا ہے پس جس حدیث میں الائمۃ من قریش آیا ہے وہ مقید ہے ساتھ قید ما اقاموا الدین کے اور قید تقییدے جو خود رسول کریم نے بیان فرمادی ہے تمام شبہات

حدیث چہارم

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ والامانۃ فی الازد یعنی الیمن کذا فی المشکوٰۃ - یہ حدیث بھی ایک اوائل زمانہ خاص کے لیے تھی ورنہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کل زمانوں کے واسطے عام اور شامل ہے جس سے لازم آتا ہے کہ اس تیرہ سو سال میں سوائے قریش کے ملک اور سلطنت کسی دوسرے خاندان میں نہ پائی جاوے اور سوائے انصار کی اولاد کے عہدۂ قضا کسی میں نہ پایا جاوے اور سوائے اہل حبش کے کوئی موذن بھی نہ ہووے اور سوائے قبیلہ ازد کے کسی میں امانت موجود نہ ہو واللازم باطل فالملزوم مثلہ خلاصہ یہ ہے کہ فضائل قریش کے اول تو صرف بلحاظ مناسبت وغیر مناسبت اول زمانہ کے بیان ہوئے ہیں لہذا مخصوص اوائل زمانہ کے لیے تھے نہ کل زمانوں کے لیے وتلک الایام نداولھا بین الناس اور فضیلت تقدیم کی اُنکے لیے بالضرور حاصل ہے کہ الفضل للمتقدم لہذا اس فضیلت کے موجود ہونے سے اوائل قریش متبوع اور مقتدا ضرور ہوگئے اسی طرح جن حدیثوں میں الائمۃ من قریش کا مضمون ہے وہ بھی ایک زمانہ محدود کے لئے ہے جبکو ہم حدیث

حدیث پنجم

الائمۃ من قریش کا مضمون بھی اوائل زمانہ سے متعلق ہے نہ کل زمانوں سے

مسیح موعود بہ احتمالات اربعہ مذکورہ بالا کے یہ احادیث بھی غلط ہو جاویں گی ونعوذ باللہ منہ
یہ بھی غلطی ہے کہ ایسی حدیثوں کو کل زمانوں کے ساتھ متعلق کیا جاوے اور پھر ایسے مفاسد
اُس سے لازم آ دیں کہ اُن کا کوئی جواب نہو سکے اور پھر یہ سب حدیثیں فاسد المعنی کر دیجاویں
اور علاوہ یہ کہ ان حدیثوں کو اس مسیح موعود سے کوئی بڑا التعلق بھی نہیں ہے کیونکہ یہ مسیح موعود
سلطنت اور خلافت ظاہری کا مدعی نہیں ہے بلکہ خلافت نبوۃ اور کلی امامت روحانی کا مدعی
ہے اور مصداق ہے لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ کا باقی اس کی بحث خود حضرت
الامام الزمان نے تحفہ گولڑویہ میں ایسی بیان فرمائی ہے کہ اتمام مخالفین پر اتمام حجت کر دیا ہے
اور وہ معارف و حقائق بیان فرمائے ہیں جو مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ
کے مصداق ہیں *

تمت المقدمة الآن نشرع فی جواب البرهان و
سمی هذه الرسالة بالفرقان فی
جواب البرهان

قولہ ملخصاً[1] اور پھر اب تماشہ دیکھیں کہ مرزائی کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں الخ **اقول** ہماری
طرف سے آجتک کوئی تاویل ایسی نہیں بیان کی گئی جو خلاف محاورات عرب کے ہو بلکہ کتاب اللہ
سنت صحیحہ کے وہی معنی بیان کیے گئے ہیں جو کسی کلام کا سیاق و سباق حسب مراد متکلم کے اُسکا
موجب اور مقتضی ہو اور علماء سلف آئمہ اُسکے مؤید ہوں بخلاف مخالفین کے کہ وے بہت سی آیات
مثل فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي وغیرہ کی تفسیر میں تحریف اور تبدیل کے مرتکب ہوتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ
فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔ اور ایسی تاویل صحیح جو عند اللہ و عند
الرسول محمود و مقبول ہو وہ واجب القبول ہے نہ قبیح اور مذموم کیونکہ جبکہ قرآن مجید یا احادیث

* حاشیہ اور غلطی علماء کی ایسی ہے جیسا کہ علماء اہل کتاب نبوۃ اور خلافت کو بہ تمسک چند روایات توراۃ کے بنی اسرائیل کے لیے مخصوص سمجھتے تھے باوجودیکہ اپنے وقت میں وہ نبوۃ اور خلافۃ بنی اسماعیل میں آگئی اور اُن کا یہ خیال غلط ہو آمد ہوا۔ منہ

صحیح میں بظاہر تعارض یا اختلاف ان عوام میں معلوم ہوتا ہو تو بموجب ارشاد واجب الانقیاد وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا کے ایسی تاویل علماء ربانی پر واجب اور فرض ہو جاتی ہے جس سے توفیق و تطبیق حسب مراد متکلم کے ہو جاوے ہم چونکہ آجکل کے نام کے علما جماعت احمدیہ کی طرف اعتراض تاویل کا الزاماً ایراد کیا کرتے ہیں لہذا یہاں پر تاویل کی حقیقت کسیقدر تشریح کیے دیتے ہیں۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں تاویل کا لفظ محل مدح ہی میں استعمال کیا گیا ہے نہ محل مذمت میں کما قال اللہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ترجمہ۔ اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجکو تیرا پروردگار اور سکھاوے گا تجکو تاویل باتوں کی اور پوری کرے گا اپنی نعمت تجپر اور اولاد یعقوب پر جیسا پورا کیا تھا اسکو تیرے دو باپوں پر اس سے پہلے جو ابراہیم اسحاق ہیں بیشک تیرا پروردگار جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس آیت میں تعلیم تاویل احادیث اجتبا اور اتمام نعمۃ کو باہم متلازم قرار دیا ہے اور صفت علیم و حکیم کو اسکا ظل ٹھیرایا ہے اور حضرت ابراہیم و اسحاق اور آل یعقوب پر اس تعلیم تاویل کے انپر منت رکھی ہے اور اتمام اپنی نعمت کا ارشاد فرمایا ہے۔ ایضاً قال اللہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور اسی طرح جگہ دی ہمنے یوسف کو زمین مصر میں جگہ لیتا تھا اس میں جہاں چاہتا تھا پہونچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جسکو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہیں ہم اجر نیکی کرنے والوں کا۔ اس آیت میں تمکین فی الارض اور تعلیم تاویل احادیث کو مد انعامات میں سے شمار کیا گیا۔ ایضاً قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ حکایتاً عن اشراف مصر وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ اور ہم خوابوں کی تاویل کے عالم نہیں ہیں اس آیت کو جبکہ آگے کی آیت سے ملایا جاوے یعنی اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ سے تو تاویل ایک معجزہ

نبی کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ مصر کے دربار میں بڑے بڑے علما موجود تھے جنکو بلفظ
یاایہا الملأ افتونی کے ساتھ خطاب کیا گیا لیکن وے سب کے سب تاویل رویاء ملک
سے عاجز آگئے اور قائل ہوے کہ وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین باوجود
اسکے حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس رویا کی تاویل بیان فرمائی اور ویسی ہی وہ تاویل
واقع ہوئی اور یہی تاویل حضرت یوسف کے لیے باعث اُن کی خلافت اور سلطنت کی
ہو گئی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وقال الملك ائتونی به استخلصه لنفسی فلما
کلمه قال انك اليوم لدينا مكين امين قال اجعلنی علی خزائن
الارض انی حفیظ علیم وکذلك مكنا ليوسف فی الارض يتبوأ
منها حيث يشاء نصيب برحمتنا من نشاء ولا نضيع اجر المحسنين
اور کہا بادشاہ نے تم لے آؤ اُسکو میرے پاس خالص کرلونگا میں اُسکو واسطے نفس اپنے
کے پس جب باتیں کیں اُن سے کہا بے شک تو آج نزدیک ہمارے مرتبہ والا امین ہے
کہا یوسف نے کہ مقرر کر مجکو اوپر خزانوں زمین کے تحقیق میں حفاظت کرنے والا
خوب جاننے والا ہوں اور اسی طرح جگہ دی ہمنے یوسف کو زمین مصر میں جگہ لیتا تھا
اُس میں جہاں چاہتا تھا پہونچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جسکو چاہیں اور ضائع نہیں
کرتے ہیں ہم اجر نیکی کرنے والوں کا۔ ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے حکایتاً عن یوسف
وقال يا ابت هذا تاويل رؤياي من قبل قد جعلها ربي حقا۔
اسجگہ بھی لفظ تاویل محل مدح میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے سانبئك
بتاويل ما لم تستطع عليه صبرا اس آیۃ میں تاویل کا علم میں لانا ایسے بندہ
خدا کیطرف سے ہے جو علمناه من لدنا کا مصداق ہے وغیر ذلک من الآیات۔

ہم یہاں پر تاویل صحیح کی ایک مثال عام فہم لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایحب
احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه ظاہر ہے کہ اس آیۃ میں ظاہری

معنی ہرگز مراد الٰہی نہیں ہو سکتے کیونکہ کوئی مومن کسی اپنے مومن بھائی کا جو مرگیا ہو گوشت نہیں کھایا کرتا پس ظاہری معنی یہاں پر ہرگز مراد الٰہی نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ معنی تاویلی ہی مراد ہیں یعنی غیبت کرنا اپنے بھائی مسلمان کی ایسی ہے جیسا اپنے مردہ بھائی مومن کا گوشت کھایا اس کے نظائر قرآن مجید میں صدہا موجود ہیں۔

ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے **مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی** کیا اس آیت میں معنی ظاہری ہی مراد ہو سکتے ہیں اور ایسی تاویلات احادیث میں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں جیسا کہ **قال رسول اللہ صلعم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان** ۔ مشکوٰۃ اس حدیث میں سوائے معنی تاویلی کے ظاہری معنی کوئی مسلم بلکہ غیر مسلم بھی نہیں کرتا ہے پس ثابت ہوا کہ ایسی تاویل جس سے مراد متکلم کی واضح ہو جاوے اور حسب سیاق و سباق موافق علوم آلیہ کے ہے جیسا کہ مراد ادا کی ہو

قولہ مہدی موعود کے بارہ میں احادیث کثیرہ میں وارد ہے کہ وہ فاطمی ہوں گے الی قولہ حدیث اماکم منکم کو جبکہ الائمۃ من قریش سے ملایا جاوے تو بداہۃً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہدی قریشی ہونا چاہیے۔ **اقول** کونسی حدیث صحیح میں وارد ہے کہ وقت بعثت اور نزول عیسی موعود کے ایک شخص مہدی اولاد فاطمہ سے ہو دیگا یہ سب لوگوں کے خیالات ہیں ہاں بوقت بعثت مسیح موعود کے مطلقاً مہدی کی نفی آئی ہے خواہ وہ فاطمی ہو یا غیر فاطمی ابن ماجہ کی ایک حدیث طویل میں جو مسیح موعود کے بارہ میں آئی ہے اس میں موجود ہے **وتضع الحرب اوزارھا وتسلب قریش ملکھا** یعنی جہاد اور حرب اسلام کے لیے اُس وقت مسیح موعود میں ہرگز باقی نہ رہے گا اور قریش کی سلطنت اور ملک اُس وقت میں نہ ہوگا قریش مسلوب الملک ہو جاوینگے دیکھو ابن ماجہ صفحہ ۳۰۴ ذکر دجال و مسیح موعود میں اور دوسری حدیث ابن ماجہ میں یہ ہے کہ **لا المھدی الا عیسی ابن مریم** دیکھو ابن ماجہ صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مطبع فاروقی تحقیق اسکی رسالہ چہل حدیث

مسک العارف وغیرہ میں کی گئی ہے اور چونکہ نفی عام کی مستلزم نفی خاص کو ہوا کرتی ہے لہذا قریش کے مسلوب الملک ہو جانے سے بنی فاطمہ کا مسلوب الملک ہو جانا بھی بطریق اولیٰ لازم آگیا مؤلف رسالہ نے اس مقام پر دو تین لفظ اصطلاح منطقی کے استعمال کر کر اپنی بڑی لیاقت منطقی ظاہر کی ہے اول تو شکل اول کا اُسکے ذہن میں خیال آیا ہے لیکن الفاظ میں ادا نہیں کر سکا اس خیال کے الفاظ ہم لکھے دیتے ہیں کہ مہدی موعود امام ہے اور آئمہ قریش میں سے ہوں گے کہ الائمۃ من قریش حدیث موجود ہے جیسا اسے کہا ہے کہ بداہۃً نتیجہ یہ نکلا کہ مہدی بھی قریشی ہوگا لیکن اسقدر بھی اُسکو سمجھ نہیں ہے کہ اس شکل کے دونوں مقدمے صغریٰ و کبریٰ محض غلط ہیں صغریٰ تو یوں غلط ہے کہ مہدی کی امامۃ کو حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ سے ثابت کیا ہے حالانکہ اس حدیث کو کوئی تعلق مہدی خیالی سے نہیں ہے کیونکہ لفظ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ لفظ ابن مریم سے حال واقع ہوا ہے دیکھو رسائل مؤلف کو اس حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ میں مہدی کا کہیں ذکر تک نہیں ہے بلکہ کل صحیحین میں کسی جگہ سوائے ذکر مسیح بن مریم موعود کے مہدی کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا اور اگر فرضاً ہم تسلیم بھی کر لیں کہ مہدی امام بھی ہوگا تو پھر کلیۃ کبریٰ کی الائمۃ من قریش میں کہاں سے آوے گی جو شکل اول کی شرط ہے کیونکہ الائمۃ من قریش قضیہ مہملہ ہے جو قوت جزئیہ میں ہوا کرتا ہے کلیہ ہرگز نہیں ہے کیونکہ الائمۃ جمع قلت ہے اور قلت منافی ہے الف لام استغراقی کو پس جو نتیجہ مؤلف نے نکالا ہے وہ کیونکر برآمد ہو سکتا ہے یہ ہے لیاقت علمیات لوگوں کی علوم رسمیہ میں انا للہ وانا الیہ راجعون ضلوا فاضلوا - بلکہ یہ حدیث اسطرح پر وارد ہوئی ہے جسطرح پر القضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ کما تر

قولہ ص۲ ملخصاً - اسواسطے مرزا احمد بخش صاحب عسل مصفیٰ کو اسکی فکر ہوئی چونکہ مہدی کے لیے ضرورت ہے کہ قریشی ہو اور مرزا صاحب مغل ہیں قریشی نہیں کسی ترکیب سے مرزا صاحب کو قریشی بنانا چاہیئے - اقول ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کتاب عسل مصفیٰ تخمیناً ۵۰۰ صفحہ کی کتاب ہے

جسمیں صدہا ادلہ شرعیہ و عقلیہ سے حضرت اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا گیا ہے کسی مخالف ذی علم کو آجتک یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اُسپر حملہ کرے پھر یہ چار ورق کا رسالہ جسکی لیاقت اوپر معلوم ہو چکی کیا حملہ کرسکتا ہے مگر چونکہ یہ بات بہت سچ ہے جو شاعر کہہ گیا ہے۔ **شعر**

مرد جاہل در سخن باشد دلیر　　زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر

پس یہ حملہ مقتضائے نادانی بیخبری مؤلف کا ہے کہ ایسی ضخیم اور مبرہن کتاب پر حملہ کر کر بقول شخصے انگلی کاٹ کر شہیدوں میں داخل ہوگیا ہے مؤلف رسالہ کیا جانے کہ خصم کے جواب دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک جواب و استدلال تحقیقی ہوا کرتا ہے اور قسم دوسری جواب و استدلال کی الزامی جواب و استدلال ہوتا ہے جو بموجب مسلمات خصم کے دیا جاتا ہے اس قسم کا استدلال یعنی بموجب مسلمات خصم کے قرآن مجید میں بہت کثرۃ سے واقع ہوا ہے چونکہ ہمارے مخالفین ہمارے الزامی جوابوں پر ہمیشہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ دیکھو انھوں نے عیسی بن مریم کی کیسی تحقیر و توہین کی ہے حضرت علی کی کسقدر تحقیر کی ہے وکذا وکذا۔ لہذا ہم اسی استدلال الزامی کی نظیر قرآن مجید سے لکھتے ہیں قال اللہ تعالیٰ

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کا وہ مناظرہ مذکور فرمایا گیا ہے جو اُنکی قوم ستارہ پرست کے ساتھہ واقع ہوا تھا اولاً ماسبق ان آیات میں اصنام پرستی کا رد فرمایا ہے اور یہاں پرستاروں کی الٰہیت اور معبودیت کا رد فرماتے ہیں اسطرحپر کہ اولاً جبکہ اندھیری رات ہوگئی تو زہرہ یا مشتری کو بہ نسبت اور ستاروں کے بہت روشن دیکھکر حضرت ابراہیم نے بموجب اعتقاد خصم کے اُنکی ربوبیت کو ارخاءً لعنان الخصم تسلیم کرلیا کہ ھٰذا ربی لیکن جبکہ یہ ستارے غائب ہوگئے اور اُنکا نور باقی نہ رہا تو فرمایا کہ ان میں تو نقصان غیبوبت نور بعد الظہور موجود ہے یہ تو اس قابل ہی نہیں

ہیں کہ انکی طرف میل کیا جائے چہ جائیکہ الٰہ یا معبود گردانے جاویں یا اپنے حوائج اُنکے روبرو پیش کیے جاویں یا اُنکو قاضی الحاجات سمجھا جاوے بقول شاعر۔ **شعر**

غم چیزے رگ جاں را خراشد　　　　کہ گاہے باشد وگاہے نباشد

پھر جبکہ ان ستاروں سے زیادہ روشن قمر کو دیکھا کہ طلوع ہو رہا ہے تو پھر اُن کے عقاید کے ساتھ ارخاء لعنان الخصم موافقت کرکر وہی قول کیا کہ هٰذَا رَبِّیْ لیکن جبکہ وہ بھی چھپ گیا اور نور اُسکا جاتا رہا تو پھر الزام دیکر اُن سے کہا کہ یہ قمر بھی باوجود عظمت شان نورانیت کے کیونکر الٰہ قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ الوہیت کے لیے تو ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے جسمیں عظمت مطلقہ اور کاملہ ہو کہ کسی وقت میں اُسکے کمال عظمت میں کبھی نقصان واقع ہی نہو ورنہ ایسی ناقص چیز کو معبود قرار دینا جو کبھی نقصان سے کمال کیطرف اور کبھی کمال سے نقصان کی طرف راجع ہو بڑی گمراہی ہے پھر جبکہ روز روشن ہوا اور آفتاب کو انتہا درجہ کا روشن دیکھا تو پھر اُن کے ساتھ متفق ہوگئے اور کہنے لگے کہ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَا اَکْبَرُ۔ اور وہ قوم بھی پرستش آفتاب کی بہ نسبت اور ستاروں کے زیادہ کرتی ہوگی اور شمس کو الٰہ اکبر قرار دے رکھا ہوگا لہذا حضرت ابراہیم نے اس قول میں اپنی قوم کے ساتھ یہاں تک موافقت کی کہ شمس کو ایسا عظیم الشان قرار دیا کہ هٰذِهٖ کی جگہ هٰذَا اکبر قرار دیا اور کُبْرٰی کی جگہ اَکْبَرُ ارشاد کیا۔ اگرچہ شمس عرب کے نزدیک مؤنث ہی ہی واسطے بازغۃ اور افلت صیغہ مؤنث کے کلام الٰہی میں اُس کے لیے ارشاد فرمائے گئے ہیں لیکن حضرت ابراہیمؑ نے اپنے قول میں واسطے موافقت اپنی قوم کے اُسکو مذکر ہی ذکر کیا کہ هٰذا ربّی و هٰذا اکبر اور دناءت انوثت کی بھی اُس کے لیے جائز نرکھی لیکن جبکہ آفتاب بھی غروب ہوگیا اور اُس کا نور دنیا میں باقی نرہا تو فرمانے لگے کہ یہ تو ہرگز ہرگز رب اکبر نہیں ہو سکتا اسمیں بھی نقص اور دناءت افول کی موجود ہے بلکہ یہ اس لائق بھی نہیں ہے جو اکبر مطلق کے ساتھ کسی صفت ربوبیت میں شریک بھی کیا جاوے اور فرمایا جسکا ماحصل یہ ہے کہ اسکی طرف صفت ربوبیت کا بظاہر اسناد کرنا بھی داخل شرک ہے لہذا میں ایسے شرک سے بری ہوں یا قوم

انی بریٌ مّما تشرکون۔ انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین

یہاں پر ناظرین انصاف فرما دیں کہ اس مناظرہ ابراہیمی میں کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ان ستاروں کو ھٰذا ربّی اپنے اعتقاد کے بموجب فرمایا تھا۔ نعوذ باللہ من ھذا الزعم الفاسد۔ اور ظاہر ہے کہ اثبات مدعا کا بموجب مسلمات خصم کے اوقع فی النفس ہوا کرتا ہے اب ہم مسئلہ مانحن فیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ عسل مصفی میں جو حضرت مرزا صاحب کو ایک اعتبار سے نہ باعتبار نسل اور اصل کے والدین کی طرف سے بلکہ بموجب ایک حدیث کے قریش میں سے گردانا ہے وہ تو صرف واسطے الزام خصم کے ہے نہ بموجب اپنے اعتقاد کے کیونکہ اسی مقام میں چار پانچ سطر اوپر عسل مصفی میں حضرت مرزا صاحب کو فارسی الاصل والنسل کہا گیا ہے پھر فرمائیے کہ نسب اور نسل کے اعتبار سے کیونکر حضرت مرزا صاحب قریشی النسب والنسل ہو سکتے ہیں۔ ہاں صرف باعتبار تائید اسلام کے بموجب حدیث کے قریشی ہو گئے ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت سلمان فارسی کو ایک اعتبار سے سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْت فرمایا اسی طرح پر آنحضرت صلعم نے مَنْ اَسْلَمَ مِنْ فَارِسٍ فھو من قریشٍ ھم اخواننا وعصبتنا ارشاد فرمایا ہے لیکن یہ فرمانا آنحضرت صلعم کا بلحاظ نسل اور نسب کے نہیں ہے مؤلف رسالہ اگر اس اعتبار آنحضرت صلعم کو تاویل رکیک وفاسد کہے تو اس کا اختیار ہے مگر یہ اعتبار آنحضرت صلعم کا ہمارے واجب التسلیم ہے کیونکہ مشہور ہے کہ ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مقامی دارد۔ کلام فصیح میں بہت سے اعتبارات ہوا کرتے ہیں کہ لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ ایک ایسا قضیہ ہے جو علما محققین کو مسلم ہے۔

بیان اس اعتبار کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو خاندانوں کی مدح آئی ہے اول بنی اسمٰعیل قریش ہیں جو زمانہ اول بعثت محمدیہ میں ایمان لائے تھے جن کے ذریعہ سے تمام دنیا میں دین اسلام کی تبلیغ شروع ہوئی چنانچہ سورۂ جمعہ میں باعتبار اول زمانہ کے قریش بنی اسمٰعیل سنت بعثت محمدیہ کی رکھکر فرمایا گیا کہ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ الآیۃ

اور دوسرا خاندان بنی اسحاق فارس ہے جو بموجب متفق علیہ حدیث کے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کا مصداق ہے دیکھو رسائل مؤلفہ کو چونکہ خاندان فارس بنی اسحاق کا فخر باعتبار آخر زمانہ کے تھا جیسا لفظ اٰخرین دلالت کرتا ہے اگرچہ آخر کے معنے استعمال میں دوسرے یعنی خاندان دوسرے کے ہیں مگر چونکہ اصل میں وہ صیغہ افعل التفضیل کا ہے لہذا باعتبار اصل معنے کے زمانہ آخری کی طرف بھی ناظر ہے اور یہ فخر بعثت مسیح موعود کے سبب آخری زمانہ میں انکو حاصل ہونا تھا بدیں وجہ اوائل مسلمین فارس کو اس فخر سے کوئی حصہ ملنا مقدر نہیں تھا کیونکہ بعثت مسیح موعود کا زمانہ آخری تھا اسی سبب اوائل مسلمین فارس کے جو بڑے بڑے اکابر اسلام گذرے ہیں اس مسیح موعود اور مہدی مسعود کے انتظار ہی میں دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن نبی کریم صلعم نے اوائل مسلمین فارس کو بھی اپنے خاندان قریش میں اسلیے بموجب حدیث مَنْ اسلم من فارس فھو من قریش کے شامل فرمالیا کہ انکو حسرت باقی نہ رہے کہ ہمکو باوجود اخوان اور عصبہ ہونے کے نہ تو فخر بعثت نبی کریم کا حاصل ہوا ہے کیونکہ وہ بنی اسماعیل قریش میں مبعوث ہوئے اور نہ فخر بعثت مسیح موعود کا ہم میں موجود ہے کیونکہ اس کی بعثت آخر زمانہ میں ہوگی لہذا آنحضرت رحمۃ للعالمین نے اوائل مسلمین فارس اکابر اسلام کو اسوجہ سے کہ وہ بنی اسحاق ہیں اخواننا و عصبتنا فرماکر بنی اسماعیل قریش کے فخر میں داخل فرمالیا جس میں ایک لطیف پیشین گوئی ہے کہ فارس میں بھی بعض افراد اسلام میں متبوع اور مقتدا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں خاندانوں پر سورۂ جمعہ میں منت اپنی رکھی خلاصہ کلام یہ کہ بنی اسحاق فارس باعتبار نسل کے تو بنی اسماعیل قریش نہیں ہیں لیکن جسطرح پر قریش دین اسلام میں متبوع اور مقتدا ہوئے ہیں اسی طرح پر اکابر محدثین فارس کے بھی متبوع اور اصل دین اسلام کے ٹھیرے ہیں کیونکہ اکثر کتب احادیث کا آغاز تصنیف اکابر اہل اسلام فارسی النسل سے ہی ہوا ہے لہذا اس اعتبار سے ملحق بالقریش ہوگئے اور پھر جسطرح پر کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ اوائل بعثت میں قریش کا حال تھا کہ مکذب

رہے تھے اسی طرح اب بعثت مسیح موعود میں بنی اسحٰق فارس کا حال ہے کہ وہ بھی ابھی تک مکذب ہیں مگر ایک زمانہ آنے والا ہے کہ فتح مکہ کیطرح یدخلون فی دین اللہ افواجًا کا مصداق واقع ہوگا جسکا مقدمہ اب شروع ہو چلا ہے اور شاتان تذبحان الہام مندرجہ براہین پورے طور پر واقع ہو چکا ہے اب بقیہ الہام عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم بھی انشاء اللہ تعالےٰ واقع ہونیوالا ہے من شاء شرحہ فلیرجع الی رسالتنا

اور ایک دوسرے اعتبار سے بھی حضرت مرزا صاحب فاطمی یا قریشی ہیں کہ ان کے نسب امہات میں بعض دادیان سیدانی گذری ہیں دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو اور یہ امر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی کی مشابہت ثابت ہونے کے لیے ان کے نسب میں مقدر فرما دیا لیکن آپ باپ اور ماں دونوں کیطرف سے قریشی یا فاطمی النسب نہیں ہیں۔

قولہ ص۱۲ مرزا صاحب اور اُن کے مرید صاحب عسل مصفیٰ کی ان دونوں عبارتوں سے دو دو باتیں مفہوم ہوتی ہیں اسطرح کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ میں[1] قریش میں سے نہیں ہوں۔ مہدی[2] معہود قریشی نہیں ہوگا۔ اور صاحب عسل مصفیٰ فرماتے ہیں۔ مرزا[1] صاحب قریش میں سے ہیں۔ مہدی[2] معہود قریش میں سے ہوگا۔ الی آخرہ۔

الجواب بیان ماسبق سے ناظرین پر واضح ہو گیا ہے کہ قول اول حضرت اقدس مرزا صاحب کا نہایت صحیح ہے کہ میں باعتبار نسب کے باپ اور ماں کیطرف سے قریشی نہیں ہوں اور قول دوم بھی نہایت درست ہے کہ مہدی معہود جو مصداق لا المھدی الا عیسی ابن مریم کا ہے وہ بھی والدین کیطرف سے قریشی النسب نہیں ہوگا اور صاحب عسل مصفیٰ کا قول اول بھی صحیح ہے کہ باعتبار حدیث من اسلم من فارس فھو من قریش کے حضرت اقدس بھی قریش ہیں یعنی آیندہ کو اب جو کوئی امام یا خلیفہ یا اہل اسلام ہونگے اُنکے آپ متبوع و مقتدا مثل قریش کے ہیں اور جو کوئی آپ کے قدم بقدم نہ ہوگا وہ امام یا خلیفہ یا موحد اسلام کیونکر ہو سکتا ہے کہ اسمیں شرک

عیسائیت کا موجود ہے وابن الشرک من توحید الاسلام سہی یہ دلائل شرعیہ بقینہ سے اپنے محل پر آپ کا خاتم الخلفا ہونا ہمنے ثابت کر دیا ہے۔

اور قول دوم بھی درست ہے کہ مہدی معہود چونکہ خاتم الخلفا ہے یعنی آیندہ آئمہ اور خلفا کا وہ متبوع اور مقتدا ہے تو وہ بموجب حدیث من اسلم من فارس فہو من قریش کے قریشی ہوا یعنی مثل قریش کے متبوع ہوا اور مؤلف نے بحث تناقض چھیڑ کر جو اپنی لیاقت منطقی ظاہر کی ہے اُس سے ادنی طلبہ نے بھی سمجھ لیا ہوگا کہ سوائے لفظ تناقض کے حقیقت تناقض کو مؤلف نے مس تک نہیں کیا اگر یہ دو شعر بھی مؤلف کو یاد ہوتے تو ہرگز ہرگز اسمقام میں تناقض کا نام بھی نہ لیتا۔ اگرچہ حقیقت تناقض دقت نظر میں قواعد کی کچھ ہے مگر چونکہ مخاطب یہاں اصطلاحی نہیں اسلئے ہمکو دو دو کر ... سمجھاتے ہیں

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ۔۔۔ وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت جزو و کل ۔۔۔ قوة و فعل ست در آخر زماں

یعنی اگر (موضوع محمول مکان زمان شرط اضافت جزو کل قوة و فعل میں) اتحاد اور وحدت نہ ہو تو پھر ہرگز تناقض متحقق نہ ہوگا یہاں ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو تناقض کی شرائط ہشت کا نہ مثال دیکر سمجھا دیویں اور پڑھا دیویں۔ تا آیندہ گرداب غلطی میں نہ پڑیں

مثال اتحاد و اختلاف موضوع حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور مولوی نورالدین صاحب وغیرہ مسیح موعود نہیں ہیں ان دونوں قضیوں میں چونکہ موضوع متحد نہیں ہے لہذا تناقض بھی نہیں ہے اصطلاح نحو میں جسکو مبتدا کہتے ہیں منطقی اُسکو موضوع کہتے ہیں

مثال اتحاد و اختلاف محمول حضرت اقدس عیسی محمدی ہیں اور حضرت مرزا صاحب عیسی موسوی نہیں ہیں چونکہ ان قضیوں میں وحدت محمول نہیں ہے لہذا تناقض بھی نہیں محمول بجائے خبر کے ہوتا ہے

مثال اتحاد و اختلاف مکان۔ حضرت مرزا صاحب قادیان میں ہیں اور حضرت مرزا صاحب دہلی میں نہیں تھا۔ ان میں چونکہ وحدت مکان موجود نہیں لہذا تناقض بھی نہیں۔

مثال اتحاد و اختلاف شرط۔ حضرت مرزا صاحب قریشی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ نائب اسلام

کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب قریشی نہیں ہیں یعنی شرط النسب والدین کی رو سے ان دونوں قضیوں میں تناقض نہیں ہے کیونکہ وحدت شرط کی موجود نہیں ہے یہاں شرط اور قید قریب المعنی ہیں۔

مثال اتحاد زمان ۔ حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہیں اور حضرت مرزا صاحب تیرھویں صدی کے مجدد نہیں ان میں بھی تناقض نہیں ہے کیونکہ وحدت زمان کی موجود نہیں۔

مثال اتحاد جزو کل حضرت مرزا صاحب نبی ہیں یعنی جزوی نبی ہیں جو شارع احکام کے نہیں ہیں اور حضرت مرزا صاحب نبی نہیں یعنی کلی نبی جو شارع احکام ہوں۔ دیکھو تفصیل اسکی رقائم

مثال اتحاد قوۃ و فعل ۔ حضرت مرزا صاحب کا کوئی ایک بیٹا مجدد ہے بالقوہ اور حضرت مرزا صاحب کا وہی بیٹا مجدد نہیں یعنی بالفعل مبتدیوں کے سمجھنے کے لیے یہ مثال کافی ہے ورنہ قوت و فعل کی

مثال وحدت اضافت ۔ حضرت مرزا صاحب براہین احمدیہ کے مصنف ہیں اور حضرت مرزا صاحب تصدیق براہین احمدیہ کے مصنف نہیں ہیں ان قضایا میں بھی تناقض نہیں ہے کیونکہ اتحاد جزو کل و قوۃ و فعل و اضافت موجود نہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ تناقض میں ایسا اختلاف ہونا چاہیے کہ اگر ایک کا تحقق ہو جاوے تو بالضرور دوسرے کا ارتفاع لازم آجاوے یا برعکس اگرچہ شرائط تناقض میں سے اختلاف کمیت و کیفیت اور جہت کا بھی ضروری ہے لیکن جب مؤلف اسقدر محررہ بیان کو یاد کر لیوےگا تب ہم بقیہ شرائط تناقض بھی سمجھا دیوینگے بقول شخصے یار باقی صحبت باقی۔

قولہ ص۱۲ مہدی معہود قریش میں سے ہوگا مرزا صاحب قریش میں سے نہیں اب اسکا نتیجہ ظاہر ہے۔ الخ **الجواب** اول تو استفسار ہے کہ یہ کونسی شکل منطق کی ہے اور کونسی ضرب ہے جس کا یہ نتیجہ ظاہر آپ نے حاصل کیا ہے **بینوا توجروا**۔ ثانیاً یہ گذارش ہے کہ مہدی معہود کا قریشی النسب والدین کی طرف سے ہونا مقدمہ میں ہم باطل کر چکے ہیں یاد کرو تسلیب قریش ملکہا وغیرہ کو۔ ثالثاً ہم نے تسلیم کیا کہ کوئی مہدی قریش میں سے ہی ہوگا مگر ہم کہتے ہیں کہ مہدی متعدد ہیں جنمیں سے بعض قریشی بھی ہوئے ہیں چنانچہ تلخیص التواریخ میں لکھا ہے

[margin:] تفہیم ربانیہ میں — کی تعریف دیکھو رسالہ منطقیہ میں

جو مطبوعہ فروری ۱۸۸۶ء مطبع العلوم مراد آباد کی ہے بصفحہ ۱۹۶ - اور مہدی چند میں اول قرن کے لیے حاجت نہیں و دوسرے و تیسرے کے لیے درکار نظر براں اول امام مہدی ہشتم عباسی میں ابن منصور جو سیاہ نیزوں سے خراسان سے اٹھے جنھوں نے آل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی آپ کے خاندان کو کمال امن و خوبی سے رکھا اور منصور ابو جعفر اپنے بیٹے مہدی اول موعود کا مقدمۃ الجیش تھا جس کا ذکر احادیث صحیحہ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے جسکو اہل اسلام مہدی آخر زماں کی طرف منسوب کرتے ہیں انھیں کی نسبت ہے وہ جو وارد ہے کہ عباس کی نسل سے حسب روایت حضرت عثمان و حضرت علی کے ایک مہدی ہوگا کیونکہ شوکت عباسیہ سے اسلام میں بڑی ترقی ہوئی اب حال میں مہدی خراسانی کا انتظار بے سود ہے جو عباسیہ سے ہو انتہی موضع الحاجۃ ۔ میں کہتا ہوں کہ مشکوۃ شریف میں اس مہدی کی نسبت ایک تو یہ حدیث ہے عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم وجب علی کل مؤمن نصرہ او قال اجابتہ رواہ ابو داؤد ۔ یعنی روایت ہے علی سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ نکلیگا ایک شخص یعنی مہدی پیچھے نہر کے سے یعنی اُن شہروں میں سے کہ پیچھے نہر کے ہیں مانند بخارا اور سمرقند کے کہا جاویگا اُسکو حارث حراث یعنی کھیتی کرنے والا اُس کے لشکر کی اگلی فوج پر ایک شخص ہوگا کہ کہا جاویگا اُسکو منصور یعنی نصرت کیا گیا جگہ دیگا یا ٹھکانا دیگا وہ واسطے آل محمد کے جیسا ٹھکانا دیا قریش نے رسول خدا صلعم کو واجب و لازم ہے ہر مسلمان پر مدد اور تائید کرنی اُسکی یا فرمایا لازم ہے قبول کرنا اُس کا نقل کی یہ ابو داؤد نے ۔ واضح ہو کہ اصل میں مصداق اس حدیث کے حضرۃ اقدس ہیں دیکھو ازالہ کو جسے الزاماً علی الخصم عندیت تحقیق کی نقل کی ہے کہ اس پیشگوئی کا انتظار اب کسی طرح بجا نہیں کیونکہ واقع ہو چکی اور ہمارے نزدیک تو اس حدیث کا معنوی حضرت اقدس پر صادق ہے کیونکہ آپکی بستی قادیان ایک نہر عظیمہ کے ماوراء میں واقع ہوئی ہے علاوہ بریں آپ سمرقندی الاصل ہیں اور آپ اور آپکے آباد باعتبار ایک زمیندار ہونے کے کاشتکاری کاشت کرتے تھے لہذا حارث حراث کے مصداق بھی ہیں اور روحانی لحاظ سے توحید اسلام جو دنیا سے گم ہو گئی ہے اُسکی تخم اور کاشت بھی آپ ہی نے کی

کے مصداق بہی آپ ہوگئے - اور آپکی جماعت کے مقدمیں جو خاص علما ہیں سوہ منجانب اللہ منصور ہیں ہیں
اور آل محمد یعنے جو محمدی اور احمدی مسلمان ہیں - اُن کی آپ امداد ہی فرمارہے ہیں - بہر دو صورت پیشگوئی
مخبر صادق کی واقع ہوگئی - اب اس کا انتظار بے سُود ہے - دوسری حدیث اسی پیشین گوئی کے
متعلق یہ ہے وعن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم اذا رایتم الرایات
السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی
رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوۃ یعنے روایت ہے ثوبان سے کہ کہا فرمایا -
رسول خدا صلعم نے کہ جبوقت دیکھو تم نشانوں سیاہ کو کہ آئے جانب خراسان سے پس حاضر ہو اُن
میں اس لئے کہ اسمیں خلیفۃ اللہ کا ہوگا - مہدی نقل کی یہ احمد نے اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں -
اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کو تمہارے نزدیک جبکہ پہلی حدیث سے تعلق ہے - تو پہر حضرت اقدس
سے اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے - تو ہم کہینگے - کہ مراد سیاہ نیزوں سے قلم ہیں - کیونکہ سب کام
قلم کے سیاہی سے ہی ہوا کرتے ہیں - ایسے استعارات پیشین گوئیوں میں بکثرت موجود ہیں - کما فی التعبیر
میں لکہا ہے - اگر کسے بخواب بیند کہ نیزہ وسلاح دیگر داشت دلیل کہ بزرگی وکامرانی یابد چنانچہ در ولایتہا فرمانش
روا گردد - ولنعم ما قیل -

صف دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال سیف کا کام قلم سے ہی دکہایا ہم نے

اور یہ بہی ظاہر ہے کہ خراسان ملک فارس میں داخل ہے - اور حضرت اقدس فارسی النسل ہی ہیں - غرضیکہ ہمارے
نزدیک تو یہ پیشین گوئی مندرجہ ہر دو حدیث مذکورہ اب واقع ہوچکی - لیکن مخالف اس اعتراض کا جواب
کیا دیسکتے ہیں - کہ اُن کے مہدی خیالی کا ظہور تو حرمین شریفین سے ہوگا - اور ان حدیثوں میں اُسکا ظہور
وخروج ورا النہر سے جو بخارا اور سمرقند یا خراسان ہے ثابت ہوتا ہے - پس اُنکے نزدیک تعارض کیونکر
دفع ہو سکتا ہے - بینوا توجروا لیکن ہمارے مسلک کے بموجب تمام احادیث میں جو بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں تطبیق ہوئی جاتی ہے -
پہر اب یہ بہی فرمایئے - کہ یہ مہدی بموجب کتاب تلخیص التواریخ کے قریشی ہوا یا غیر قریشی اور پہر اُسی
کتاب تلخیص التواریخ مطبوعہ فروری ۱۸۹۶ء میں لکہا ہے - اور دوسرے مہدی

ابو القاسم محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن میمون بن محمد بن اسمٰعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسے بعض روایت میں ہے۔ کہ قرن شمس راس تیسری صدی میں مغرب سے اُٹھے گا اور بعض روایت میں ہے۔ کہ تین صدی بعد مہدی ہو گا۔ وہ مہدی حسینی ہیں۔ جن کی نسبت اولاد امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ سے ہونا حدیث میں وارد ہے۔ کہ بڑی شوکت والے باتدبیر ہوئے۔ انتہی موضع الحاجۃ۔ میں کہتا ہوں کہ روایات مہدی میں جو فساد تعارض کا لازم آتا ہے۔ وہ صرف اسوجہ سے ہے۔ کہ متعدد اور مختلف حدیثوں کا مصداق لوگوں نے ایک واحد شخص کو قرار دے رکھا ہے۔ اگر سوائے مہدی آخر الزمان کے جو خاتم الخلفا ہے۔ اور لا المهدى الا عيسى بن مريم کا مصداق ہے وسط اُمت میں مہدی متعدد مانے جاویں۔ جیسا کہ حدیث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين وغیرہ کا منطوق ہے تو بہ فساد تعارض کا رفع ہو جاوے گا کما مر۔

پہر اسی کتاب تلخیص التواریخ ۱۸۹۶ء میں لکہا ہے۔ اور تیسرے مہدی جناب غوث صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ مہدی ہیں۔ اور آپکی نسبت وارد ہے۔ کہ کیسے ہلاک ہوئے۔ وہ اُمت جس کے اول میں میں ہوں اور اوسط میں مہدی اور اخیر میں مسیح انتہی موضع الحاجۃ چونکہ حضرت سید عبد القادر جیلانی ازروئے نسب کے حسنی ہیں۔ لہذا تعارض حسنی اور حسینی ہونے کا بہی اب تو رفع ہو گیا۔ اور میرا عقیدہ بہی یہ ہے۔ کہ آپ مہدی وسط ہیں۔ مگر وہ مخالفین جو مہدی اور عیسی بن مریم کا زمانہ متحد قرار دیتے ہیں۔ حتی کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بہی پڑہیں کہ وہ اس حدیث کا کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ یہ حدیث مشکوۃ میں موجود ہے۔

اگر کوئی کہے کہ انہوں نے مہدی ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ تو میں سائل سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ جبکہ اُن کا یہ دعوے بالتواتر ثابت ہے۔ کہ قدمی هٰذه على رقبة كل ولى الله دیکھو بہجت الاسرار وغیرہ کو تو پہر مہدی کے سر پر کیا سینگ ہی ہووینگے جو سائل ایسا اعتراض کرتا ہے۔ اس دعوی قدمی هٰذه على كل رقبة كل ولى الله سے

بڑہ کر اور کونسا دعویٰ ہو سکتا ہے کیا جو شخص مصداق قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کا ہووے وہ مہدی اور ہدایت یافتہ منجانب اللہ نہ ہوگا یہ عبارات تلخیص التواریخ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۶ء کی یہاں پر مینے اسواسطے بھی لکھی ہیں کہ مؤلف اس کتاب کے مولوی محمد حسن صاحب ایک امروہہ میں زندہ موجود ہیں اور وہ اس سلسلہ احمدیہ کے سخت مخالف ہیں چونکہ مجھکو اُن کے ساتھہ انواع انواع کے تعلقات ہیں لہذا اتماماً للحجۃ علیہ وعلی وغیرہ من موافقیہ یہ عبارات لکھی گئی ہیں۔ اور اس بیان سے اور احادیث مشکوٰۃ شریف کی بھی حل ہوگئیں جیسا کہ حدیث ذیل ہے عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃ رواہ ابو داؤد یعنی روایت ہے ام سلمہ سے کہ کہا اُس نے سنا مینے رسول خدا صلعم کو کہ فرماتے تھے مہدی عترۃ میری سے ہے اولاد فاطمہ سے نقل کی یہ ابو داؤد نے اور جیسا کہ یہ حدیث ہے عن ابی اسحٰق قال قال علی ونظر الی ابنہ الحسن وقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبہہ فی الخُلق ولا یشبہہ فی الخَلق رواہ ابو داؤد یعنی روایت ہے ابی اسحاق سے کہ کہا اُس نے کہا علیؓ نے اُس حال میں کہ دیکھا طرف بیٹے اپنے امام حسن کے اور کہا علی نے تحقیق بیٹا میرا یہ سردار ہے جیسا کہ نام رکھا اُن کا سبب رسول خدا صلعم نے اور قریب ہے کہ پیدا ہوگا اُسکی پشت سے ایک شخص کہ نام رکھا جاوے گا ساتھ نام اور صفت نبی تمھارے کے یعنی محی الدین زندہ کرنے والا دین کا جسکی تفسیر یہ فرمائی کہ مشابہ ہوگا آنحضرتؐ کے خلق اور عادات میں اور نہیں مشابہ ہوگا حضرت کی صورۃ ظاہری میں چونکہ ان حدیثوں میں ایک مہدی کا حسنی ہونا ثابت ہوتا ہے پس چونکہ سید عبد القادر جیلانی بعض حسنی النسب ہیں لہذا وہ ان حدیثوں کے بالضرور مصداق ہووے پس وہ تعارض بھی نہ رہا۔ لیکن مہدی آخر الزمان وخاتم الخلفا حضرت اقدس ہیں لا غیر کیونکہ تمام علامات ونشانات جو مہدی آخر الزمان کے لیے کتاب وسنت میں آئے تھے وہ سب کے سب واقع ہو چکے

اب ہم یہاں پر کتاب تلخیص التواریخ سے ایک ایسی عبارت مستند نقل کرتے ہیں جس سے حضرت مولوی محمد حسن صاحب امروہوی پر پورے طور سے اتمام حجت ہو جاوے مولوی صاحب آخری مہدی کی نسبت جسکو انھوں نے چودھواں مہدی آخر الزمان قرار دیا ہے صفحہ ۲۰ سطر ۱۰ سے لکھتے ہیں جس سنہ میں ایک شب میں روشنی عام ہوئی تھی یعنی ۱۲۸۰ھ ماہ ذی الحجہ میں وہ (یعنی مہدی) شکم مادر میں تشریف لائے کیونکہ ع عیسی مسیح کے عدد بسط ترفع حم عسق میں تیرہ سو شمسی کو پہونچتے ہیں اور نزول سورہ دو سال قبل ہجرۃ کے ہے کہ ع عیسی مسیح کے عدد مکرر تشریف آوری مسیح کے ہیں اگر تیرہ صدی کا کہیں مہدی کی نسبت اشارہ حدیث سے نکلے تو بے شبہ سنہ نبوۃ سے تیرہ سو سال بعد روشنی کا ظہور ثابت انتہی بلفظہ اور اسی صفحہ میں روشنی پر حاشیہ یہ لکھا ہے اور روشنی عام کا کچھ شمار نہیں جو جانب شمال میں کبھی کبھی ہو جاتی ہے پر روشنی عامہ دو مرتبہ ثابت ہے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفائے قاضی عیاض و بخاری وغیرہ سے مسموع اور جیسے زبور میں نشان لکھا تھا ویسی روشنی سال مذکور میں مشاہد ہوئی۔ انتہی بلفظہ۔ مولوی صاحب کے حساب سے اب مہدی کی عمر ۱۳۱۲ھ میں ۳۲ برس کی تو ہو گئی ہے لہذا مولوی صاحب اور انکے ہم مسلکوں پر جستجو کرنا مہدی ۳۲ سالہ عمر کا تو فرض ہو گیا ہے لیکن ہم بعبارت دیگر گذارش کرتے ہیں کہ یہ حساب آپ کا بحق حضرت اقدس ہی ٹھیک بیٹھتا ہے لاغیر مگر آپ پر ضرور ہے کہ بجائے شکم مادر میں قرار لینے کے وقت بعثت مہدی کو اخذ کریں نہ وقت شکم میں آنے کو کیونکہ اول تو اس کی کوئی دلیل آپ نے نہیں لکھی ثانیاً نزول انوار الہام کا وقت بعثت سے ہی معتد بہ ہوتا ہے ثالثاً خود آپ نے سنین نبوی کا شمار ۱۲۸۰ھ کو ترک کر کر سن نبوت آنحضرت صلعم سے ہی اعتبار کیا ہے کہ ۱۲۸۰ھ کی جگہ ۱۳۰۰ نبوتی قائم کیے ہیں لہذا مہدی کے لیے بھی انکی بعثت کا ہی وقت جو نزول انوار الہام کا ہے ہی معتبر رکھنا ضروری ہے اور ۱۲۸۰ھ میں جو آپ برعایت ابتدائے بعثت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۱ سال اور زائد کر کر مطابق سنہ ۱۳۰ نبوت کے گردانتے ہیں یہ ہمکو کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ ہماری مراد تو یہ ہے۔ کہ روشنی عامہ کا ظہور سنہ ۱۲۸۹ میں ہوا۔ جو مطابق سنہ ۱۳۰ نبوت کے آپ کے نزدیک ہے اور سنہ ۱۲۸۹ھ مطابق سنہ ۱۸۷۲ء کے ہیں اور اس سنہ ۱۸۷۲ء میں عمر حضرت اقدس کی قریب ۳۲ سال کے تھی۔ کیونکہ سنہ پیدائش آپ کا سنہ ۱۸۳۹ء ہے اور اسی سنہ ۱۲۸۹ھ مطابق سنہ ۱۸۷۲ء میں جو آپ کے نزدیک سنہ ۱۳۰ نبوی ہوتے ہیں۔ انوار الہام کا نزول شروع ہوگیا تھا۔ دیکھو الہام پیشین گوئی نمبر ۱۲ مندرجہ نزول المسیح واقعہ سنہ ۱۸۶۵ء کو اور بہی ایسے الہامات کثرت سے ہیں۔ جو سنہ ۱۸۷۲ء سے پیشتر ہوئے ہیں۔ پس سنہ ۱۸۷۲ء میں نزول روشنی کا بطریق اولیٰ ثابت ہوا۔ اور اس عمر ۳۱ یا ۳۲ سال میں حضرت اقدس کے الہامات ہونے میں یہ سر اور حکمت ہے۔ کہ مشابہت بین المسیح المحمدی وبین المسیح الموسوی ثابت ہوجاوے۔ کیونکہ مسیح موسوی کا سنہ بعثت یہی ہے۔ اور آپ تو صرف حدیث سے سنہ ۱۳۰ھ کے بعد اس کا اشارہ نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم تو قرآن اور حدیث دونوں سے اس امام آخر الزمان کے نور کے ظہور کا کامل وقت سنہ ۱۳۰ھ کے بعد آپ کو بتلائے دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں تو وہی آیت استخلاف موجود ہے جس میں لفظ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ موجود ہے۔ آپ کو خوب معلوم ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چودہویں صدی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے لہذا مسیح موعود محمدی کا بہی چودہویں صدی میں بلحاظ لفظ کَمَا کے مبعوث ہونا لازم ہوا۔ تا کہ مشابہت بین السلسلتین محقق ہوجاوے۔ اور حدیث تو خود بآواز بلند اس وقت میں پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ چودہویں صدی کے راس پر ہی بعثت مجدد کی ضروری ہے۔ اور مجدد بہی وہی مصلح موعود جس کو لفظ کَمَا مقتضی ہے۔ اب چونکہ اس جگہ پر آپ کے دو اقرار موجود ہیں۔ اول تو مہدی کے ظہور نور کے لئے تیرہویں صدی دوسرے یہ کہ اگر تیرہ صدی کا کہیں اشارہ مہدی کیلئے حدیث نکلے تو بلا شبہ سنہ نبوۃ سے تیرہ سو سال بعد روشنی کا ظہور ثابت ہوگا۔ لہذا آپ کو اب تسلیم کرنا

اس روشنی روحانی کا بے شک و شبہ واجب اور فرض ہو گیا۔ کیونکہ اب تو قرآن مجید اور حدیث دونوں نے
میقات اس نور کے ظہور کے لئے شہادت دیدی۔ کہ ظہور اس کا ۱۳۰۰ نبوۃ کے بعد مطابق ۱۲۸۹ھ
میں ہونا ضروری ہے۔ تیسرا اقرار آپ کا یہ ہے۔ کہ یہ روشنی عامہ صرف دو مرتبہ ہوئی ہے ایک تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرے مہدی کے لئے جو آپ کو مشاہد ہو چکی اور مسئلہ بروز محمدی
ہونیکا مہدی کیلئے آپکو مسلم ہے۔ لہذا اس مسیح موعود کا بروز محمدی ہونا بھی آپ کو تسلیم کرنا ضروری ہوا کہ
الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہٖ قضیہ مسلمہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ سورہ شوریٰ سے جو ہمنے وقت
اور سن مہدی کا استخراج کیا ہے۔ وہ سن ۱۳۰۰ شمسی ہیں نہ ۱۳۰۰ قمری تو میں اسکے جواب میں
کہتا ہوں۔ کہ تعلیم جملہ مسائل اسلامیہ مثل حج و صیام رمضان المبارک و عیدین وغیرہا میں سنین قمریہ
کو شمسیہ گردا ننا یا برعکس جس میں مسائل اسلامیہ کے درمیان تقدیم و تاخیر لازم آتی ہے
منع فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ فرمایا گیا کہ انما النسیئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا
یعنے سوائے اس کے نہیں کہ آگے پیچھے کر لینا زیادتی ہے بیچ کفر کے گمراہ کئے جاتے ہیں ساتھ اسکے
وہ لوگ جو کافر ہوئے آخر آیت تک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سخت زجر و توبیخ کی ہے اس امر پر کہ
مسائل اسلامیہ میں شمسی قمری کے خلط ملط کرنے سے اگر تقدیم و تاخیر کی جاوے۔ لہذا اس اسلامی مسئلہ اہم مسیح
موعود و مہدی مسعود میں سنین شمسیہ کا خلط قمریہ میں نہیں کیا جا سکتا۔ اور تاریخ بعثت مامورین الٰہی کیلئے
مکلفین کے علم میں کوئی نص قطعی نہیں ہوا کرتی۔ جس میں ایک دو سال کا فرق نہ ہو جاوے۔ ہاں علم الٰہی
میں کوئی ذرہ بھر تفاوت نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اہل عرب تو بڑے بڑے حسابوں میں کسرات کو بھی قصداً شمار
نہیں کیا کرتے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کو مرض الموت میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰
برس کے نصف ۶۰ میں قرار دیا۔ حالانکہ آپ کی عمر ۶۰ سے زائد یعنے ۶۳ برس کی ہوئی ہے پس
جبکہ آپ کے نزدیک زمانہ مہدی و مسیح موجود ہے۔ وفات عیسیٰ بن مریم کے آپ معتقد ہیں۔ جو کثرہ
و فتح یاجوج و ماجوج کی جو مسیح کے وقت میں ہونیوالی تھی۔ وہ آپ کو مسلم ہے پیشینگوئیوں میں
تشبیہ و مجاز و استعارات کے واقع ہونے کے آپ قائل ہیں۔ حمار و قمر و سواری دجال آپ ریل کو کہتے ہیں

مسیح موعود کا دولت اسلامی میں بطور روحانی کے آپ مقدمہ تفسیر غایت البرہان میں لکھ چکے ہیں مسئلہ بروز آپ کو مسلم ہے کسوف وخسوف کے آپ قائل ہیں وکذا وکذا آپ کے واسطے حوالہ دینے کی میں ضرورۃ نہیں سمجھتا کیونکہ بل الانسانُ علیٰ نفسہ بصیرۃ۔ اگر فرضاً کوئی امر آپ کے خیال کے مطابق ابھی تک موجود نہیں ہوا ہے تو بمقابلہ واقعات اور مشاہدات کے امر خیالی اور ظنی آپ کا کیونکر اُن کا معارض ہو سکتا ہے اور کیونکر عند عدم تسلیم کا قرار پا سکتا ہے کما قال تعالیٰ ولو القیٰ معاذیرہ آپکو لازم ہے اپنے متشابہات اور ظنیات کو واقعات اور محکمات کی طرف رجوع کیجیے ورنہ ؎

رُباعی

کیا شک ہے ماننے میں تمھیں اُس مسیح کے — جس کی صداقتوں کو تمھیں نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب — خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اور اگر آپ یہ کہیں جیسا کہ مینے سنا ہے کہ آپ بھی کہا کرتے ہیں کہ میری ہی کتابوں کو دیکھکر حضرت مرزا صاحب نے دعوی مہدویت اور مسیحائی کا کیا ہے یعنی یہ دعویٰ اُن کا جھوٹا ہے اس کے جواب میں اول تو یہ گذارش ہے کہ مفتری علی اللہ کے لیے اسقدر نشانات آسمانی اور زمینی کا جمع ہونا اور خود اسکی ذات میں ہزاروں نشانوں اور پیشین گوئیوں کا مجتمع ہونا اور روز افزوں اُس کے سلسلہ کی ترقی کا ہوتا جانا کیا مفتری علی اللہ کے لیے آپ کے نزدیک جائز ہے اور پھر خود آپکے لکھے ہوئے نشانات کا بھی اس میں بھی امن جاتا رہے گا۔ اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ جو مہدی یا مسیح آپ کے نشانات و علامات مندرجہ آپ کی کتب مؤلفہ کے مطابق آوے گا آپ یا آپ کے ہم مشرب لوگ اُس سے بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کتابوں کو دیکھکر تم نے دعوی کیا ہے پھر یہ اعتراض غلط آپ کا تو اُسوقت بھی قائم ہو سکتا ہے کہ جب اصلی خیالی مہدی آپ کا آوے گا فاینَ المفرّ۔ یہی خیال اہل کتاب کا آنحضرت صلعم کی نسبت تھا۔

غرضکہ ایسے عذرات واہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کسی مہدی اور مسیح کی تصدیق بوجہ تکذیب کے ہرگز نصیب ہی نہ ہوویگی کیونکہ اگر آپ کے نشانات مقررہ مندرجہ کتب کے مخالف ہوگا تو بسبب مخالفت کے تصدیق سے محروم آپ رہیں گے لہذا بہر حال سوائے تکذیب کے ہر دو مشکل ہے۔ اور علاوہ یہ کہ اُسکی تکذیب میں خود

قرآن مجید کا چور ہے خونبر عکس نہند نام زنگی کافور۔ پھر میں تاسف سے کہتا ہوں

آپ کی کتابوں کی تکذیب ہوئی جاتی ہے۔ ولنعم ما قیل بیت

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد * ہمچو آں شیرے کہ برخود حملہ کرد

اور فاطمی النسب ہونا جو آپ شرط مہدویت گردانتے ہیں اول تو ہم نے سابق بھی رسالہ میں اس شرط کو بموجب ادلۂ شرعیہ کتاب وسنّت کے مہدی آخر الزمان کے واسطے باطل محض کردیا ہے ثانیاً حضرت اقدس کے نسب میں ایسی امہات بھی آگئی ہیں جو سیدانیاں بھی تھیں دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو۔ اور نسب کا اعتبار ماں کی طرف سے بھی معتبر ہونا اغلب کہ آپ تسلیم کرتے ہوں گے جیسا کہ مؤلف رسالہ البرہان نے بھی تسلیم کیا ہے تو اس اعتبار سے بھی حضرت مرزا صاحب فاطمی النسب بھی ہوگئے پھر اب کیا عذر ہے بیّنوا توجروا۔ اگر اس کل بیان کو بغور سمجھا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ نزول مسیح سے مراد جو احادیث کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم میں وارد ہوا ہے ملحاظ صیغہ تعجب کے یہی ہے کہ خلافت وامامت جو قریش بنی اسماعیل میں چلی آتی تھی وہ منتقل ہوکر پھر بنی اسرائیل میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح ابن مریم خاتم انبیاء بنی اسرائیل تھے کہ ان کے بعد خلافت وامامت بنی اسماعیل میں منتقل ہوگئی تھی کہ بنی اسرائیل میں سے پھر کوئی شخص امام نبوت کا نہ ہوا لیکن جبکہ پھر ایک مدۃ کے بعد اسی خاتم بنی اسرائیل کا دوبارہ نزول بیان فرمایا گیا تو ایک استعارہ لطیفہ ہوا جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خلافت پھر بنی اسرائیل میں آجاوے گی لیکن رہے گی ابراہیم کی ذریت میں ہی کما قال اللہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین۔ خلاصہ یہ کہ لفظ نزول مسیح استعارہ ہے تسلب قریش ملک کا ہے جیسا کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد استعارہ ہے انتفاء نبوۃ بنی اسرائیل کے لیے۔ اب میں پھر اصل کلام کی طرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اصل اور نسب کی رو سے تو فارسی الاصل گردانا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے من اسلم من فارس فھو من قریش ھم اخواننا وعصبتنا فرماکر ایک

اعتبار سے قریش کے ساتھ ملحق فرمایا۔ اور حکمت الٰہی نے اُن کے اُمہات میں سیدانیاں بھی داخل کر دیں تاکہ ماں کی طرف سے بھی قریش کے ساتھ اُن کا تعلق ہو جاوے یہ تمام اوصاف اُن میں کیوں جمع ہوے یہ اسی لیے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اُسکی مخلوق کے لیے جو خیالات اور طبائع مختلف رکھتی ہے اُس پر ایک حجت بطور نشان کے پوری ہو جاوے اور اُن کو دھوکے سے بچنے کے لیے ایک رہنما مل جاوے یعنی جس کا یہ خیال ہو کہ مہدی آخر الزمان اور مسیح موعود من الرحمٰن کا قریشی ہونا چاہیے اُس پر یوں اتمام حجت کیا جاوے کہ آپ والدین کی طرف سے قریشی الاصل والنسب نہیں ہیں جس کا یہ خیال ہو کہ مسیح و مہدی آخر الزمان کا قریشی ہونا چاہیے تو اُس پر بھی اتمام حجّت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو جاوے کہ باعتبار امہات کے یا باعتبار حدیث مذکورہ کے اُن میں ایک طرح کی قریشیت بھی ہے تب بھی اُن کی تصدیق ایسے خیال والے پر ضروری ہے اور نیز یہ بلحاظ تکمیل مماثلت کے ساتھ عیسیٰ بن مریم کے بھی ہو گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی باپ دادا کی طرف سے بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں کیونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوے تھے ماں بلحاظ والدہ حضرت مریم کے وہ بنی اسرائیل میں سے ضرور تھے کیونکہ حضرت مریم صدیقہ بنی اسرائیل میں سے تھیں فتمّت المشابہة وکمّلت المناسبة

اور مؤلف رسالہ نے حضرت اقدس کے الہام عربی پر بھی ایراد کرنا چاہا ہے مگر ابھی تک کوئی اعتراض ظاہر نہیں کیا جب ظاہر کرے گا تب اُس کے فہم کا تار و پود انشاء اللہ تعالیٰ اُدھیڑا جاوے گا آگے اس کے جو رسالہ احسن البیان لکھا ہے وہ کُل کا کُل بعثت مہدی و مسیح موعود کے لیے ایک علّت موجبہ ہے اور مضمون رسالہ احسن ہی احسن البیان ہی سمجھنا ہے ہاں چند مقام کسی قدر اصلاح طلب اور ترمیم کے قابل ہیں جنکی اصلاح ہم مختصر طور پر کیے دیتے ہیں۔ مضمون رسالہ باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ یہ حملہ اسکا خود اپنے ہی

قولہ صہ سطہ۔ اس کشمکش میں واقفکار طریق حق حاصل کر سکتے ہیں الجواب اس

کشمکش فتن ضلالت میں اُمت پر فرض ہے کہ اس صدی کے مجدد کی طرف رجوع کریں جسکی مجددیت کی تصدیق کے لیے ہزارہا ادلہ شرعیہ نقلیہ اور نیز براہین عقلیہ شہادت صادقہ دے رہے ہیں وَمَاذا بَعْدَ الحق اِلَّا الضَّلَال۔ ان الله يبعث لهذه الامة الخ

قولہ صفحہ دوم سطر ۱۲ ۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ خود رائی سے کام لیں **الجواب** فی الحقیقت درست ہے بلکہ رجوع کرنا اُس مصلح کی طرف ضروری ہے جس کا اس صدی کے سر پر مبعوث ہونا بسبب ہونے حشر فتن ضلالت کے ضروری تھا اور اب تو صدی میں سے ۲۱ سال بھی گذر گئے ہیں۔ اگر کوئی مجدد ابھی تک مبعوث نہیں ہوا تو تکذیب مخبر صادق صلعم لازم آویگی

قولہ ص۳ سطر۲ ہر شخص اپنی رائے پر نازاں اور دوسرے کی نہیں سنتا تو قیامت کا انتظار کر **الجواب** لہذا اس زمانہ قیامۃ فتن ضلالت میں رجوع کرنا اُس مہدی و مادی کی طرف ضروری ہوا جس کا آنا اس صدی میں قبل قیامۃ کے ضروری ہے ورنہ سوائے انکے کوئی

قولہ ص۳ سطر۷ ۔ اور اپنی سمجھ پر نازاں ہوکر تمام سلف صالحین وکتب متقدمین سے قطع نظر کرلیں۔ **الجواب** چونکہ ان کتب میں بحکم ثم يفشوا الكذب کے خلط ملط روایات موضوعہ کا بھی ہوگیا ہے لہذا اُس مجدد کیطرف رجوع کرنا واجب ہوگیا جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کیطرف دعوت کر رہا ہے اُس سے اعراض کرنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اب زمانہ ظَهَرَ الفَسَادُ فِی البرّ والبحر کا ہے جس کے تم خود مقر ہو کما مرّ اقرارکم

قولہ ص۳ س۱۲ ۔ اسی طرح درجہ بدرجہ اُنسے نیچے درجے کے علماء کو خیال فرمائیے **الجواب** چونکہ اس قرن میں بحکم فطال عليهم الامد فقست قلوبهم کے سلف صالح کے عقائد اور اخلاق و اعمال پر عملدرآمد نہیں رہا جیسا کہ تم خود مقر ہو اور یہی اسباب یعنی شرور وفتن آخرالزمان بحکم انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون کے مقتضی بلکہ علت موجبہ اس مہدی آخرالزمان کی بعثت کے لیے ہوگئے ہیں لہذا اسی کی طرف رجوع کرنا تمام اُمت کے واسطے ضروری ہوا۔ اور علماء زمانہ ضلوا فاضلوا کے مصداق ہوگئے ہیں

قولہ صلا تو اب اپنے اوپر لازم کرلیں کہ کسی مذہبی تحریر کو بغیر سند علمائے معتبرین کے ملاحظہ نفرمادیں۔ الخ **الجواب** چونکہ مہدی آخرالزمان تمام علمائے اُمت کا بھی مصلح ہے کیونکہ علماء تو مصداق **علماء هم شرّ من تحت السماء** کے ہو گئے ہیں لہذا بغیر سارٹیفکٹ اُسی مہدی موعود کے جو صدی کے راس پر آچکا ہے کسی تحریر مذہبی کو معتبر سمجھکر ملاحظہ نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ اس صدی میں مجدد کی بعثت لغو ہو جاویگی۔

قولہ صلا سے اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔ **الجواب** جبکہ علماء زمن شرّ من تحت السماء کے مصداق ہو گئے ہیں تو اب اہل ذکر صرف وہی مصلح ربانی ہو سکتا ہے لا غیر۔ کیونکہ علما بھی تو اُمت ہی میں داخل ہیں مگر وہ مصلح ربانی جو مہدی موعود اور مسیح محمدی ہے وہ اُمت کا افسر ہے اور یہی اُمت کی اصلاح کے لیے آیا ہے خواہ علما ہوں یا غیر علما کیونکہ **حدیث ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها** میں علماء اُمت کا استثنا موجود نہیں ہے جو وہ مجدد علماء اُمت کی اصلاح کے لیے مبعوث نہ ہوا ہو۔ پس علماء اُمت کو بھی ضرور ہے کہ اُسی کیطرف ایسے زمانہ شور و شر میں جیسے آپ قائل ہیں رجوع کریں۔

قولہ صلا اُن کا یہ طرز بتلا رہا ہے کہ اُنھوں نے ضرور مشکوۃ نبوۃ سے اقتباس کرکے بیان فرمائی ہوگی۔ **الجواب** ہاں ضرور مسلم ہے مگر ثم یفشوا الکذب کا کیا علاج اور فیج اعوج کا کیا درمان جس کے سبب بعض روایات اسرائیلی کتب اسلام میں داخل ہو گئیں ہیں سو اُن کی تصدیق یا تکذیب کے لیے قرآن مجید یا حدیث صحیح پر عرض کرنا ضروری ہے جو یہ مہدی ربانی اپنا مجدد آمد اسی پر کر رہا ہے اور یہی طریقہ صحابہ کرام کا تھا لا غیر۔

قولہ صلا جبکہ جھوٹی روایت بیان کرنے کے یہی معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف طمع دنیاوی سے کسی بات کو منسوب کردینا۔ **الجواب** ہاں مسلم ہے صحابہ میں تو یہ وصف مذموم نہیں تھا مگر بعد قرون خیر کے ثم یفشوا الکذب کے بعد الا عدالت موجود نہیں رہی اسی وجہ

سو کتب اسلامیہ میں خلط ملط روایات موضوعہ کا ہو گیا ہے جسکی تنقید و تنقیح ضروری ہے جیسا کہ پہلے کہا گیا بعضی اور اس قرن میں یہ منصب تنقید و تنقیح ایسی روایات کا سوائے اس حکم موعود کے اور کون بجا لا سکتا ہے پس ایسی روایات کی تنقید اور تنقیح کرنے میں بھی اسی حکم کیطرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ وہی اللہ اور رسول کیطرف سے حکم ہو کر آیا ہے جیسے حدیث حکما عدلا نص صریح ہے۔ اگر یہ حکم عدل تمہارے ہی خیالات کی پیروی کرے تو پھر وہ حکم کب ہوا اور پھر ایسے زمانہ خلاف و اختلاف میں ایسے حکم کیونکر ہو سکتا ہے

قولہ ص۳ س۱۲۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ سلف صالحین کے قدم بقدم چلنا چاہیے

الجواب سلف صالحین کے بعد **ثم یفشوا الکذب** کا کیا علاج اور **فیج اعوج** کا کیا درمان۔ لہذا ضرور ہوا کہ اس قرن پر فتن اور زمانہ شر افشاں میں اسی مہدی اور مسیح کیطرف رجوع کیا جاوے جو حکم ہو کر آیا ہے۔ ورنہ بحکم الشیٔ اذا خلا عن مقصودہ کے اسکی بعثت لغو ہوگی۔

قولہ ص۳ س۲۲ مفسرین اور محدثین کا علوم میں عالی مرتبہ اور بلند مقام و یقین پر مخفی نہیں

الجواب لیکن ان کے خیالات اور آرا مقابل قرآن اور احادیث صحیحہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتے ہیں **کما قال اللہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ** یہ تو شیوہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا تھا نہ صحابہ کرام کا۔

تتمہ رسالہ ہذا

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ دوبارہ نزول مسیح بن مریم جو احادیث صحاح میں وارد ہوا ہے وہ خود ایک استعارہ ہے اس مسئلہ کے لیے کہ خلافت و امامت جو اول زمانہ سے لیکر ایک مدت تک قریش بنی اسماعیل میں چلی آئی ہے وہ منتقل ہو کر پھر بنی اسرائیل میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح بن مریم خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے تھے ان کے بعد وہ خلافت و امامت بنی اسرائیل میں باقی نہ رہی بلکہ بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو گئی اور بنی اسرائیل میں سے ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے **کما قال اللہ تعالے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد** ؕ

نوٹ مضمون تتمہ اگرچہ کسیقدر گذر چکا ہے لیکن بحکم اذا تکرر تقرر کے دوبارہ تکرار کیا جاتا ہے۔ منہ

بشارت حضرت عیسیٰ کی مندرجہ قرآن مجید باب ۱۴-۱۵-۱۶- یوحنا انجیل میں ابتک موجود ہے پس جسطرح ان درسوں میں یوحنا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سے مراد استعارۃً یہ ہے کہ عہد امامت اب بنی اسرائیل میں نہیں رہے گا بلکہ بنی اسماعیل میں آجاوے گا اسی طرح جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نزول مسیح خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے لیے بشارۃ ارشاد فرمائی تو اس سے بھی یہ استعارہ ہے کہ اسوقت عہد امامت قریش میں باقی نہ رہے گا چنانچہ اس استعارہ کو بہ تصریحات یوں بھی بیان فرمایا کہ تُسْلَبُ قُرَیْشٌ مُلْکَہَا اور یہ بھی فرمایا کہ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ اس سے مراد استعارۃً یہی ہے کہ اس مسیح کی نسل میں یہ عہد امامت منتقل ہوجاوے گا اگر اس کلام سے یہ مراد نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایک کلام بیہودہ لغو ہوجاوے گا کیونکہ تزوج اور توالد بھی سب کے یہاں ہوا کرتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ لہٰذا اس کلام نبوت کے لیے محمل صحیح بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے یہ ہو کہ اس مسیح موعود کے تزوج اور توالد سے ایک نسل امامت قائم ہوگی کہ آئمہ اسکی نسل میں ایک مدۃ تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اسی استعارہ کی تصریح ہے اس حدیث میں کہ لَا الْمَہْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یعنی پھر کوئی مہدی قریش میں سے نہ ہوگا بجز عیسیٰ بن مریم کے یعنی اسی کی نسل میں امامت ومہدویت قریش سے منتقل ہوجاوے گی اور حضرت اقدس کے الہامات ذیل جو مدت دراز سے شائع ہوچکے ہیں یعنی تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا- خَلَقَ اٰدَمَ فَاَکْرَمَہٗ - اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ وہ بھی انھیں احادیث اور دوبارہ نزول مسیح ابن مریم کے استعارہ کی تشریح کرتے ہیں کیونکہ اگر کوئی نسل بعید ایسی ہو جس میں آئمہ دین پیدا نہ ہوں تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس نسل کی قدر وقیمت ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر بھی نہیں ہوسکتی ہے پس ایسی نسل کے لیے الہام میں اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے امتنان فرمانا اور احسان جتلانا کیونکر خیال میں آسکتا ہے اور پھر اگر عہد امامت بنی اسماعیل سے منتقل ہوکر اس مسیح موعود سے اسکی ابتدا

نہیں ہوئی تو پھر الہام خَلَقَ آدَمَ کے کیا معنے ہوسے اور نیز الہام قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ بھی اسی انتقال عہد امامت از قریش بطرف مسیح موعود اور اُسکی نسل کے ناظر ہے اور نیز الہام یَنْقَطِعُ اٰبَاءُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ اور نیز الہام وَاَنْتَ مِنِّیْ مَبْدَءُ الْاَمْرِ اسی مسئلہ کیطرف مصرح ہے اور نیز الہام اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ بھی اسی طرف مشیر ہے کیونکہ اگر اس صہر ونسب میں عہد امامت منتقل ہو کر نہیں آیا تو پھر فرمایئے کہ اللہ تعالے کونسی نعمت کے ساتھ امتنان فرماتا ہے جسپر بڑے اہتمام سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بھی تلاوت کیا گیا۔ اور پھر الہام اِنَّا اَخْرَجْنَا لَکَ زُرُوْعًا یَا اِبْرَاھِیْمُ نے بھی اسی مسئلہ کی تصریح کی ہے اور پھر اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ کا کونسی دلیل معارضہ کرسکتی ہے جو دال ہے اسپر کہ حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کتاب وحکمۃ اور تزکیہ وتلاوت آیات کی قریش سے منتقل ہو کر دوسری قوم اٰخَرِیْنَ میں چلی جاوے گی اور اسکی تائید ہوتی ہے حدیث صحیح کے جو مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ہے اور ہم اُس کے مضمون کو اعلام الناس کے دوسرے حصہ میں نظم کر کر لکھ چکے ہیں یہ حدیث باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ یقیناً فارسی الاصل سے ہیں۔ پس جبکہ ایک مسئلہ پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ خصوصاً احادیث مُتَّفَقٌ عَلَیْھَا اور الہامات مُتَوَاتِرَہ موجود ہیں اور اس انتقال عہد امامت پر صریح دال ہیں تو اب بڑی شقاوت ہے کہ اس مسئلہ کی تصدیق نہ کی جاوے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ وَالسَّلَامُ خَیْرُ خِتَامٍ

کتبہٗ السید محمد احسن امروہی

۲۵ دسمبر ۱۹۰۳ء

فہرست رسائل مصنفہ خاکسار

اعلام الناس ۔ ان ہر چہار حصوں میں دعاوی حضرت اقدس کو بدلائل نقلیہ ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین کا رد بڑے زور شور سے موجود ہے ۔ **فک الشک** انتخاب کتاب تحذیر المومنین کا عجیب و غریب تحفہ مدراس یعنی **القسطاس المستقیم** یہ ایک مناظرہ ہے جو بمقام مدراس ایک مجتہد شیعہ سے دربارہ حضرت اقدس ہوا ہے ۔ **میزان الاعتدال** اس میں اصول اور قواعد مناظرہ مسائل متنازعہ فیہا کے درج کیے گئے ہیں ۔ **شاہین** یہ ایک مباحثہ ہے جو بمقام چھاونی بنگلور مولوی محمد امین سے ہوا تھا **اتمام الحجۃ** اس میں مولوی غلام دستگیر قصوری سے جو قیل مباحثہ خط و کتابت ہوئی وہ درج ہے اور ان کا فرار مباحثہ سے **سواء السبیل حصہ دوم** حصہ اول باقی نہیں رہا اور حصہ دوم میں ۵۰ سوال محمد حسین صاحب بٹالوی سے ایسے کیے گئے ہیں کہ اگر جواب ان کا ہمارے مسلک کے موافق دیا جاوے تو فہو المطلب اور در صورت مخالف ہونے ہمارے مسلک کے مفاسد شرعیہ مخالف اسلام لازم آتے ہیں **مسک العارف** یہ ان چہل حدیث کا رسالہ ہے کہ جنکا مصداق حضرت اقدس ہیں **الموعظۃ الحسنہ** یہ ایک تفسیر سورہ تبت یدا کی ہے جس سے حضرۃ اقدس کا مسیح موعود ہونا ثابت کیا گیا ہے ۔ **احسن الکلام** اس رسالہ میں صلوٰۃ و سلام کا بھیجنا اوپر حضرت مسیح موعود کے ثابت کیا گیا ہے ! **ایقاظ النائمین** اس رسالہ کے دو نمبر عجائب و غرائب تقریر صرف دو مجلسوں کی ہے جسمیں علماء مخالفین امرتسر بالکل وجوہ اتمام حجت کیا گیا ہے **آیات الرحمن لنسخ ما یلقی الشیطان** بجواب عصائے موسیٰ الٰہی بخش ۔ **رقائم الوداد** جنہیں حقائق و معارف قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے بیان ہوئے ہیں اخبار الحکم میں درج ہیں **صیانۃ الناس عن وسواس الخناس** حصہ اول **کشف الالتباس** ۔ **نور الایمان فی لیالی رمضان** **مصباح الادلہ للاذلہ** (موجود نہیں) ۔ **تحفۃ القاریین** (موجود نہیں) یہ رسالہ بتجوید و ترتیل حرف ضاد میں تصنیف کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسکی صوت مشابہ حرف ظا کے ہے نہ صرف دال کے اور اسکے منکرین کے شبہات کے جواب بھی اس میں دیے گئے ہیں ۔ (یہ سب کتابیں خاکسار سے طلب فرماویں)